

فضائل القرآن

تأليف
شيخ الإسلام الإمام
محمد بن عبد الوهاب رحمة الله عليه

تحقيق
د . فهد بن عبد الرحمن الرومي

ترجمة وتلخيص
د. عزير أحمد بن مجيب الله القاسمي

نشر واشاعت
مركزي جمعية علماء هند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

إِنَّ الحَمْدَ لِلهِ، نَحْمَدُهُ ،وَنَسْتَعِيْنُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَتُوْبُ إِلَيْهِ، وَنَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ ،وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ کی تحریر کردہ کتابیں جائزہ، تحقیق، توجہ کی ابھی تک متقاضی ہیں، اس سے قبل میں نے ان کی - اللہ ان کے حال پر رحم فرمائے- "تفسیر سورۃ الفاتحہ" پھر "سورۃ الفلق" پھر "سورۃ الناس" پر تحقیق کا کام کیا ہے، پھر میں نے مناسب سمجھا کہ ان کی کتاب "فضائل القرآن" پر تحقیق کا کام کروں۔

باوجود یہ کہ "فضائل قرآن کریم" کی کتابیں مطبوعہ و غیر مطبوعہ کثرت سے ہیں، مگر شیخ [محمد بن عبد الوہاب] رحمہ اللہ کی کتاب، ان کے معروف منہج، اور طریقہ تألیف کی بنا پر اور کتابوں پر فوقیت رکھتی ہے ،اس کی وجہ کتاب کے اکثر موضوعات کا آغاز آیات قرآنیہ ،یا پھر احادیث نبویہ سے مناسب عناوین اور خصوصی موضوعات کا اختیار کرنا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ کتابوں کے موضوعات کا آیات اور صحیح احادیث سے افتتاح کرنا ،اوراسی پر اکتفا کرنا پختہ دلیل اور عمدہ منہج ہے ،اس کے باوجود شیخ رحمہ اللہ بلا حجت و صحیح دلیل کے تنقید کرنے والوں، کینہ پروروں سے نہ بچ سکے [ان غلط پروپیگنڈوں اور بے سروپا باتوں کے بنا پر اور ضروری ہوگیا ہے کہ] ان کی کتابوں کو چھاپ کر لوگوں کو دیا جائے، تاکہ لوگ ان کی - اللہ تعالی ان پر رحم کرے - دعوت کی حقیقت سمجھ سکیں [اور یہ بھی جان لیں کہ] ان کی دعوت کتاب وسنت پر قائم تھی ،باوجودیکہ یہ کتاب ایک سے زائد بار چھپ چکی ہے ، مگر ابھی بھی کتاب علمی تحقیقی مفید حواشی کی متقاضی تھی ،جو خاص وعام کے لئے مفید ہو، اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ [یعنی ہر خاص وعام کے لئے قابل فہم بنانا] شیخ رحمہ اللہ کی جملہ کتابوں کے مقاصد میں سے تھا۔

عرض مترجم

الحَمْدُ لِلهِ وَحْدَه، وَالصَّلاةُ وَالسَّلامُ عَلى مَنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَه أَمَّا بَعْدُ:

اللہ کے فضل و کرم سے کتاب "فضائل القرآن" کے ترجمہ کی توفیق ہوئی، اس سے قبل اسی کی توفیق سے "تفسیر سورۃ الفاتحہ" "تفسیر سورۃ الناس" "تفسیر سورۃ الفلق" کے علاوہ دوسری کتابوں کے تراجم چھپ کر بہت سے لوگوں کے لئے باعث علم و معرفت بنے، اللہ تعالی اس جد وجہد کو قبول فرمائے، مؤلف رحمہ اللہ تعالی کے درجات بلند فرمائیں، اس عاصی کو بھی اپنی رضا اور توفیق سے نوازیں، آمین۔

ترجمہ کے سلسلہ میں چند باتیں عرض کرنی ہیں، وہ یہ کہ ترجمہ حرفی نہیں بلکہ ترجمہ کا مقصد کتاب کے مغز اور علم کو اردو کے قالب میں ڈھالنا ہے، اس لئے لفظی ترجمے کا التزام نہیں کیا گیا ہے، کچھ اور بھی چیزیں ہیں جن کے حذف واضافہ کو ضروری سمجھ کر کیا گیا ہے۔

۱- صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ناموں سے قبل "حضرت" یا "جناب" کا اضافہ، اور آخر میں رضی اللہ عنہ بڑھایا گیا ہے، اللہ تعالی ہم سب کا حشر ان ہی کے زمرے میں کریں۔

۲- ائمہ کرام رحمہم اللہ تعالی مثلا: امام بخاری، امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالی کے ناموں سے پہلے امام، اور کتاب کا نام، مثلا: بخاری شریف، یا مسند امام احمد بن حنبل، لکھا گیا ہے، تاکہ پڑھنے والے کو سہولت ہو۔

۳- جلد نمبر یا صفحہ میں محقق حفظہ اللہ نے جلد یا صفحہ لکھا ہے، احقر نے اس میں بھی اختصار سے کام لیا ہے، اور معہود طریقہ استعمال کیا ہے۔

۴- نسخوں کے فروق کو درج نہیں کیا گیا ہے، اسلئے کہ اس سے عام لوگوں کو کوئی فائدہ نہیں۔

۵- کہیں کہیں لغوی تحقیق ہے، چوں کہ ایک عام آدمی کو اس سے بھی سروکار نہیں، اسلئے اسے بھی حذف کر دیا گیا ہے۔

۶- کتاب کے شروع میں محقق حفظہ اللہ نے تحقیق میں اپنا منہج ذکر کیا ہے، اسے بھی حذف کر دیا گیا ہے۔

اخیر میں ایک بات اور عرض کرتا چلوں، اس سلسلہ کا آغاز میں نے اپنے برادر مکرم حضرت مولانا فضیل احمد نور اللہ مرقدہ بانی وناظم مرکزی جمعیتہ علماء ھند کی تحریک و حوصلہ افزائی پر کیا تھا، میں ترجمہ کر کے

ان کو بھجوا دیتا تھا، وہ تمام مشکلات کو - بفضلہ تعالی - آسان کر دیتے تھے، ابھی حال ہی میں ۱۰ فروری ۲۰۰۹ء کو ان کا انتقال ہو گیا، اللہ تعالی ان کو غریق رحمت فرمائے، اور اس کام کا اجر جزیل ان کو عطا فرمائے، کیوں کہ وہی اس کی ابتداء کے سبب بنے تھے، اللہ تعالی مؤلف رحمہ اللہ تعالی، محقق حفظہ اللہ اور اس عاصی کو اجر جزیل عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

مترجم کتاب
ڈاکٹر عزیر احمد قاسمی

تعارف مؤلف

باوجودیکہ یہ جگہ مؤلف کے تعارف کے لئے ناکافی ہے، مگر میں نے مؤلف کی ہر کتاب کی تحقیق کے وقت اس کا التزام کیاہے کہ ان کی مختصر سوانح ضرور لکھوں، اس لئے کہ ممکن ہے کہ کتاب کسی ایسے آدمی کے ہاتھ لگے جو مؤلف کے بارے میں کچھ نہ جانتا ہو[ایسی حالت میں تشنگی باقی رہے گی]اس لئے عرض کناں ہوں۔

[مؤلف کتاب] شیخ محمد بن عبد الوہاب ہیں، ان کی پیدائش ۱۱۵۵ھ میں علم واخلاق والے باعزت گھرانے میں ہوئی، ان کے والد "عیینہ" کے قاضی تھے، شیخ نے اپنی عمر کے ۱۲سال پورا کرنے سے پہلے قرآن پاک حفظ کیا اور تفسیر وحدیث پڑھی، طلب علم کی خاطر سفر شروع کیا، اوراس کا آغاز حج سے کیا، پھر مدینہ منورہ گئے، وہاں کے اسوقت کے علماء سے کسب فیض کیا، مدینہ منورہ میں وہاں کے بعض لوگوں سے جو جو بدعتیں اور منکرات رسول اللہ ﷺ کے روضہ اقدس اور جنت البقیع کے پاس سرزد ہوتی تھیں ان کا مشاہدہ کیا، اوران [بدعات ومنکرات] پر نکیر کی، اوراس سے لوگوں کو ڈرایا، پھر نجد واپس آئے، اوروہاں سے بصرہ کا سفر کیا، وہاں کے علماء سے بھی علم حاصل کیا، بصرہ میں ایسی [منکرات وبدعات] کا مشاہدہ کیا جو مدینہ میں واقع منکرات سے سخت تھیں، وہاں چراغاں قبریں اوراس کو طواف کرنے والے دیکھیں قبروں کو [بقصد تبرک چھونے والے اور مزید] بدعتیں اور منکرات دیکھیں، ان بدعات پر شیخ - رحمہ اللہ - صبر کی طاقت نہیں رکھتے تھے اس لئے ان باطل حرکتوں پر نکیر کی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا، جس کے نتیجے میں وہاں کے لوگوں نے سخت دھوپ کے موسم میں ننگے پیر، ننگے سر ان کو وہاں سے بھگادیا، ان کے بدن پر کرتے کے علاوہ کچھ نہیں تھا، اگر اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا شخص مہیا نہ کیا ہوتا جو انہیں پانی پلاکر "زبیر" تک پہونچادے تو شیخ پیاس کی شدت سے مرجاتے، پھر وہاں سے شیخ "حریملا" پہونچے، اوروہاں سے "عیینہ" کے لئے نکلے، وہاں اس کے امیر ابن معمر نے ان کا استقبال کیا، اوران کی مہمان نوازی کی، اور "عیینہ" کے ارد گرد قبروں اور درگاہوں کو منہدم کیا، اورایسے درختوں کو کاٹ ڈالا جس سے بعض لوگ تبرک حاصل کیا کرتے تھے۔

پھر شیخ "عیینہ" سے نکلے اور "درعیہ" کی طرف متوجہ ہوئے ،وہاں کے امیر محمد بن سعود سے تعاون اور مدد ملی، پھر دونوں نے اللہ کے دین کی نصرت ،رسول اللہ ﷺ کی سنت کے احیاء،اور بدعت کی سرکوبی کے لئے معاہدہ کیا۔

درعیہ کو مرکز بنانے کے بعد دعوت چل پڑی ،پھر شیخ نے ملکوں کے سرداروں ،وہاں کے علماء ،اور بااثرلوگوں سے خط وکتابت کی، جس میں ان لوگوں کو اپنی دعوت سے جڑنے کی دعوت دی،ان میں سے بہت سے لوگوں نے دعوت قبول کی ،چنانچہ [دعوت کے نتیجے میں] فرائض ونوافل کا اہتمام ہوا ،بدعتیں اور حرام باتوں کا قلع قمع ہوا،منکرات وشرکیات کا ازالہ ہوا،کلمہ توحید صاف ستھرا بلند ہوا،جبکہ اس زمانے میں غیر اللہ کی عبادت،اوران کی دعوت سے یہ کلمہ مخلوط ہوچکا تھا۔

[اپنی عمر کے آخری مرحلے میں] شیخ عبادت وتعلیم کے لئے فارغ ہوگئے ،ان کے پاس دین کے سچے خواہشمند طلبہ پروانہ وار جمع ہوگئے ،شیخ نے تدریس کے علاوہ بہت سی مؤلفات بھی چھوڑی ہیں،ان میں سے چند یہ ہیں۔

١-کتاب التوحید

٢- آداب المشی الی الصلاۃ

٣-استنباط القرآن

٤-کشف الشبہات

٥-فقہ المستفید بکفر تارک التوحید

٦-الرد علی الرافضۃ

شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ١٢٠٦ھ میں وفات پائی۔

رَحِمَهُ اللهُ رَحْمَةً وَّاسِعَةً، وَأَجْزَلَ لَهُ الأَجْرَ وَالمثُوْبَةَ ،وَجَزَاهُ خَيْرَ مَا يَجْزِىْ بِهِ عِبَادَهُ الدَّاعِيْنَ إِلَى سَبِيْلِه إِنَّهُ سَمِيْعٌ مُجِيْبٌ۔

قرآن پاک کی تلاوت
اور اسکے سیکھنے سکھانے کے فضائل کا باب

☆اور اللہ عزوجل کا ارشاد:[1]

﴿يَرْفَعِ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مِنكُمْ وَٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْعِلْمَ دَرَجَٰتٍ ۚ وَٱللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿١١﴾﴾ [2]

اللہ تعالی تم میں سے ان لوگوں کے جو ایمان لائے ہیں، اور جو علم دیئے گئے ہیں درجے بلند کر دے گا

☆اور اللہ تعالی کا ارشاد:

﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُؤْتِيَهُ ٱللَّهُ ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْحُكْمَ وَٱلنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا۟ عِبَادًا لِّى مِن دُونِ ٱللَّهِ وَلَٰكِن كُونُوا۟ رَبَّٰنِيِّۦنَ بِمَا كُنتُمْ تُعَلِّمُونَ ٱلْكِتَٰبَ وَبِمَا كُنتُمْ تَدْرُسُونَ ﴿٧٩﴾﴾ [3]

کسی ایسے انسان کو جسے اللہ تعالی کتاب وحکمت اور نبوت دے، یہ لائق نہیں کہ پھر بھی وہ لوگوں سے کہے کہ تم اللہ تعالی کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ [بلکہ اسے تو یہ کہنا چاہیئے کہ] تم سب رب کے ہو جاؤ، تمہارے کتاب سکھانے کے باعث اور تمہارے کتاب پڑھنے کے سبب۔

☆حضرت عائشہ –رضی اللہ عنہا– سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں:

"اَلْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ، وَالَّذِىْ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيَتَتَعْتَعُ فِيْهِ، وَهُوَعَلَيْهِ شَاقٌّ، لَهُ أَجْرَانِ" أَخْرَجَاهُ[4]

---

(۱) یہ مؤلف رحمہ اللہ کا اپنی تمام کتابوں میں خاص طور پر کتب عقیدہ میں طریقہ ہے کہ ہر باب کو اس کے مناسب آیات واحادیث سے شروع کرتے ہیں، خدا کی قسم یہ سب سے افضل طریقہ ہے۔

(۲) سورۃ المجادلہ آیت:۱۱

(۳) سورۃ آل عمران آیت:۷۹

(۴) صحیح بخاری:۶/ ۸۰ اور اس کے الفاظ یہ ہیں:

"مَثَلُ الَّذِىْ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ، وَهوَ حَافِظٌ لَهُ، مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ، وَمَثَلُ الَّذِىْ يَقْرَؤُهُ، وَهُوَ يَتَعَاهَدُهُ، وَهُوعَلَيْهِ شَدِيْدٌ، فَلَهُ أَجْرَانِ"

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قرآن کا ماہر ان ملائکہ کے ساتھ ہے جو میر منشی ہیں، اور نیک کار ہیں، اور جو شخص قرآن پاک کو اٹکتا ہوا پڑھتا ہے، اور اس میں دقت اٹھاتا ہے، اس کو دہرا اجر ہے [اس حدیث کی روایت بخاری و مسلم نے کی ہے]

☆ نیز بخاری میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ" (١)

تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن کو سیکھے اور سکھائے۔

☆ اور مسلم میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ (٢) سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

"اِقْرَأُوْا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ يَأْتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَفِيْعاً لأَصْحَابِهِ، اِقْرَؤُوْا الزَّهْرَاوَيْنِ (٣) الْبَقَرَةَ وَآلِ عِمْرَانَ - فَإِنَّهُمَا تَأْتِيَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَنَّهُمَا غُمَامَتَانِ، أَوْكَأَنَّهُمَا غَيَايَتَانِ (٤)، أَوْكَأَنَّهُمَا فِرْقَانِ

اس شخص کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے، اور وہ اس کا حافظ ہے، وہ ان ملائکہ کے ساتھ ہوگا جو میر منشی ہیں، اور اس شخص کی مثال جو اس کو پڑھتا ہے، اور اسپر پابندی بھی کرتا ہے حالانکہ وہ اسپر سخت ہے، تو اس کے لئے دو ثواب ہیں۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کی ہے، مسلم شریف: ١/ ٥٥٠-٥٤٩ کتاب میں جو الفاظ ہیں وہ مسلم کے ہیں۔

(١) صحیح بخاری: ٦/ ١٠٨ اور ایک دوسری روایت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ أَفْضَلَكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ"

بلاشبہ تم میں سب سے افضل وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔

(٢) حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ، ان کا نام صدی بن عجلان ہے، جلیل القدر صحابی تھے، مصر میں سکونت اختیار کی، پھر شام چلے گئے، جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، ملک شام میں وفات پائی، کہا جاتا ہے کہ ملک شام میں صحابہ میں سب سے آخری وفات پانے والے یہی ہیں، ان کی وفات ٨١ھ یا ٨٦ھ میں ہوئی، بخاری اور مسلم میں ان کی ٢٥٠ حدیثیں ہیں۔

(٣) ان دونوں سورتوں کو "زہراوین" [یعنی نورانی سورتیں] نام رکھنے کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ دونوں اپنے پڑھنے والوں کے لئے قیامت کے دن نور ہوں گی، اور کہا گیا ہے کہ یہ اسلئے ہے کہ یہ دونوں سورتیں اپنے پڑھنے والوں کے لئے ہدایت کا ذریعہ ہیں [شرح صحیح مسلم مؤلفہ ابو عبد اللہ الابی: ٢/ ٤١٨]

(٤) "غیایہ" عربی میں ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو انسان کو اس کے اوپر سے سایہ دے جیسے بدلی وغیرہ [النہایہ: ٣/ ٤٠٣]

مِنْ طَيْرٍ صَوَافَّ تُحَاجَّانِ عَنْ أَصْحَابِهِمَا، اِقْرَؤُوْا سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ ،فَإِنَّ أَخْذَهَا بَرَكَةٌ ،وَتَرْكُهَا حَسْرَةٌ، وَلَا تَسْتَطِيْعُهَا الْبَطَلَةُ)[1]

قرآن پاک کو پڑھو،بلاشبہ وہ قیامت کے دن اپنے ساتھیوں کے لئے سفارشی بن کر آئے گا زہراوین[دونوں نورانی سورتوں] بقرۃ اورآل عمران کوپڑھو،یہ دونوں سورتیں قیامت کے دن ایسی حالت میں آئیں گی گویا کی دونوں کی دونوں بدلی ہوں،یاسایہ ہوں، یاگویا وہ دونوں صف باندھے چڑیوں کا دوجھنڈ ہو،جو اپنے ساتھیوں کی طرف سے[یعنی پڑھنے والوں کی طرف سے] دفاع کررہے ہوں[2]،سورہ بقرۃ کو پڑھو،یقینا اس کالینا[یعنی پڑھنا] برکت ہے،اوراس کا چھوڑنا حسرت وندامت ہے[3] جادوگراس کی طاقت نہیں رکھتے۔

☆مسلم شریف میں حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ[4] سے روایت ہے،وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

(يُؤْتَى بِالْقُرْآنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَهْلِهِ الَّذِيْنَ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ بِهِ، تَقْدُمُهُ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ، وَآلُ عِمْرَانَ، وَضَرَبَ لَهُمَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلاثَةَ أَمْثَالٍ مَانَسِيْتُهُنَّ بَعْدُ، قَالَ:

---

(۱)دونوں سورتوں-بقرۃ وآل عمران-کوچڑیوں کے دوجھنڈ سے تشبیہ دینااس اعتبار سے ہے کہ ہر جھنڈ چند چڑیوں پر مشتمل ہوتاہے،اسی طرح سے ہر سورت چند آیات پر مشتمل ہوتی ہے۔

ان ہی دونوں سورتوں کو اس سے قبل بدلی سے تشبیہ دی گئی ہے اس اعتبار سے کہ گویا سورت اپنی یکسانیت اورآیتوں کے باہمی ارتباط میں ایک ہی سانچے میں ڈھلی ہوئی ہے۔

(۲) صحیح مسلم:۱/۵۵۳ اس حدیث میں اس بات کا اضافہ بھی ہے کہ حضرت معاویہ بن سلام جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ یہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہونچی ہے کہ "البطلہ" سے مراد جادوگر ہیں۔

(۳)"حسرت" کے معنی ندامت اور شرمندگی کے ہیں، یہ شرمندگی صرف قیامت میں نہیں ہوگی جیساکہ مجھے ایک عمردراز آدمی کے بارے میں خبر ملی ہے کہ اس نے بعض نوجوانوں کو سورہ بقرہ حفظ کرنے کی وصیت کی،اور بچپن میں خود حفظ نہ کرنے پر شرمندہ تھا،اس لئے کہ مؤمن بڑھاپے میں قوت ساعت اور بینائی کے کمزور ہوجانے پر اس سورت میں تسلی پاتاہے۔

(۴) حضرت نواس بن سمعان - سین کے زبر اور زیر دونوں کے ساتھ صحیح ہے، مشہور زیر کے ساتھ ہے - جلیل القدر صحابی تھے،اصحاب صفہ میں سے تھے،ان سے ۱۷ حدیثیں مروی ہیں،ان کے والد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے،آپ نے ان کے لئے دعاء کی۔

كَأَنَّهُمَا غُمَامَتَانِ ،أَوْظِلَّتَانِ سَوْدَاوَانِ بَيْنَهُمَا شَرْقٌ[1] ، أَوْكَأَنَّهُمَا حِزْقَانِ[2] مِنْ طَيْرٍ صَوَافَّ، تُحَاجَّانِ عَنْ صَاحِبِهِمَا)[3]

قیامت کے دن قرآن اوراہل قرآن جو اس پر عمل کرتے تھے ان کو لایا جائے گا،ان کے آگے آگے سورہ بقرۃ اور آل عمران ہوں گی،رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کی تین ایسی مثالیں بیان کیں جنہیں میں اب تک نہیں بھولا ہوں ، آپ نے ارشاد فرمایا:وہ دونوں گویا کہ بادل کے دو ٹکڑے ہوں گے ،یادوکالے سائے ہوں گے ،جن کے درمیان روشنی ہوگی،یاگویا کہ وہ دونوں صف باندھے ہوئے چڑیوں کی دو جھنڈ ہوں گی،جو اپنے ساتھیوں کی طرف سے دفاع کررہی ہوں گی۔

☆حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(مَنْ قَرَأَ حَرْفاً مِّنَ كِتَابِ اللهِ فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، لاَ أَقُوْلُ: "الم" حَرْفٌ ، وَلَكِنْ أَلِفٌ حَرْفٌ، وَلاَمٌ حَرْفٌ، وَمِيْمٌ حَرْفٌ"رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ)[4]

جس نے اللہ کی کتاب میں سے ایک حرف پڑھا،تو اس کو اس کے عوض دس نیکیاں ہیں،اور نیکی دس گنا اس جیسی بڑھا کر ہوتی ہے،میں نہیں کہتا ہوں کہ "الم" ایک حرف ہے،بلکہ "الف" ایک

---

(۱)ابن الاثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:"شرق" سے مراد روشنی ہے،اوروہ سورج ہے،پھٹن بھی اس کے معنی ہیں[النہایہ:۲/۴۶۴]۔

(۲)ابن الاثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:"حزق"اور"حزیقہ"ہر چیز کی جماعت کو کہتے ہیں،"حرق"خااورراکے ساتھ بھی بولا جاتاہے۔

(۳) مسلم شریف:۱/۵۵۴ محقق کتاب فرماتے ہیں: کیاہی عظیم حدیث ہے یہ،اور کیاہی عظیم فائدے ہیں ان دونوں سورتوں کے،ہمارا اس دنیامیں یہ حال ہے کہ ہم میں سے بعض اپنے حقوق کو دوسروں سے نکالنے کے لئے وکیل کرتے ہیں،حالانکہ وہ بھی انسان ہے،پس اس انسان کا کیاحال ہوگا جس کی طرف سے دوسورتیں دفاع کررہی ہوں،اوروہ بھی اللہ تعالی کے کلام میں سے،کیاکسی کو یہ گمان ہوسکتاہے کہ ان کی کوششیں کامیابی اور قبولیت کے علاوہ کچھ اور ہوسکتی ہیں؟

(۴)سنن ترمذی:۵/۱۷۵کتاب الفضائل،باب نمبر۱۶،امام دارمی نے بھی اس حدیث کی موقوفاروایت کی ہے،سنن دارمی:۲/۵۲۱،شیخ البانی فرماتے ہیں:اس کی اسناد جید ہے،سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ:۲/۲۱۴،اور مشکوۃ شریف کی تحقیق میں فرماتے ہیں:یہ حدیث صحیح ہے، مشکوۃ المصابیح:۱/۴۵۹نیز ملاحظہ فرمائیں شرح الطحاویہ صفحہ ۲۰۱

حرف ہے ،اور "لام" ایک حرف ہے ،اور"میم" ایک حرف ہے [اس حدیث کی امام ترمذی روایت کی ہے،اور فرمایاہے کہ حسن صحیح ہے]

☆امام ترمذی نے [ایک اور روایت ذکر کی ہے] اور تصحیح بھی کی ہے،حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ[1] سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

"يُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ: اِقْرَأْ وَارْتَقِ، ورَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِيْ الدُّنْيَا، فَإِنَّ مَنْزِلَتَكَ عِنْدَ آخِرِآيَةٍ تَقْرَأُ بِهَا"[2]

[قیامت کے دن] حافظ قرآن سے کہا جایئگا، پڑھ اور چڑھ ،اور صاف صاف ٹھہر ٹھہر کر پڑھ، جیسا کہ دنیامیں صاف صاف پڑھتا تھا، پس تمہاری منزل آخری آیت پر ہے جو تم پڑھوگے۔

☆امام احمد رحمہ اللہ نے اس جیسی روایت حضرت ابو سعید سے کی ہے جس میں یہ ہے:

(فَيَقْرَأُ وَيَصْعَدُ بِكُلِّ آيَةٍ دَرَجَةً حَتَّى يَقْرَأَ آخِرَ شَيْءٍ مَعَهُ)[1-3]

---

(۱)عبد اللہ بن عمرو بن العاص بن وائل قرشی، سہمی، بزرگ صحابی تھے، اپنے والد سے پہلے مشرف باسلام ہوئے، آپ نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے اس بات کی اجازت چاہی کہ جو کچھ آپ سے سنتے ہیں اسے قلمبند کر لیا کریں، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کو اجازت دے دی، چنانچہ ان کی لکھی ہوئی احادیث "صحیفہ صادقہ " کے نام سے مشہور ہیں، جس میں انہوں نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے سنی ہوئی باتیں تحریر کی ہیں، یہ "صحیفہ صادقہ " مسند امام احمد بن حنبل میں ہے، حضرت عبد اللہ بن عمرو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ صفین میں شریک ہوئے، آپ کی وفات ۶۵ ھ میں ہوئی۔

(۲) سنن ترمذی:۵/۱۷۷ امام ترمذی نے فرمایا ہے:"یہ حدیث حسن صحیح" ہے، مسند امام احمد بن حنبل میں بھی یہ حدیث ہے جلد ۲ صفحہ ۱۹۲، ابوداؤد:۲/۷۳ حدیث نمبر ۱۴۶۴، شیخ البانی نے مشکوۃ کی تحقیق میں فرمایاہے کہ اس حدیث کی سند حسن ہے، مشکوۃ:۱/۶۵۸، امام حاکم نے مستدرک میں بھی اس حدیث کو ذکر کیاہے، مستدرک حاکم:۱/۵۵۳ امام ذہبی نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔

(۳)مسند امام احمد بن حنبل:۳/۴۰، سنن ابن ماجہ:۲/۱۲۴۲-۱۲۴۵ اس کے الفاظ یہ ہیں:

(يُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: إِذَا دَخَلَ الْجَنَّةَ اِقْرَأْ وَاصْعَدْ... الحديث)

(صاحب قرآن [یعنی حافظ] سے قیامت کے دن جب جنت میں داخل ہو گا کہا جائے گا پڑھ اور چڑھ...)

محقق کتاب فرماتے ہیں: اس کی سند میں عطیہ عوفی ہیں جو ضعیف ہیں، تقریب جلد ۲ صفحہ ۲۴ میں ہے، صدوق تھے، بہت غلطی کرتے تھے، شیعہ اور مدلس تھے۔

پس وہ پڑھے گا، اور ہر آیت پر ایک سیڑھی چڑھے گا، یہاں تک کہ جو کچھ اس کے پاس ہو گا اس کے آخر تک پڑھے گا۔

☆ مسند احمد میں بھی حضرت بریدہ (۲) سے مرفوعا روایت ہے[کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سورہ بقرہ کو یاد کرو....] آگے حدیث کے وہی الفاظ ہیں جو صحیح (مسلم) کے الفاظ میں گذر چکے، (۳) سورہ بقرہ اور آل عمران کے بارے میں اس حدیث میں یہ ہے کہ:

(وَإِنَّ الْقُرْآنَ يَلْقَى صَاحِبَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حِينَ يَنْشَقُّ عَنْهُ قَبْرُهُ كَالرَّجُلِ الشَّاحِبِ (۴) فَيَقُولُ لَهُ: هَلْ تَعْرِفُنِي؟ فَيَقُولُ: مَا أَعْرِفُكَ, فَيَقُولُ لَهُ: هَلْ تَعْرِفُنِي؟ فَيَقُولُ: مَا أَعْرِفُكَ، فَيَقُولُ:

---

(۱) اس حدیث میں قرآن پاک کی فضیلت اور اس کی عظمت کے پھیلاؤ کی طرف اشارہ ہے، پس جیسا کہ دنیا میں اس قرآن کا احسان حامل قرآن پر عظیم ہے، اسی طرح آخرت میں بھی احسان وکرم جنت میں داخل ہو جانے پر ختم نہیں ہو گا، بلکہ بڑھتا ہی رہے گا، پس مبارک ہو حامل قرآن پر یہ فضل واحسان۔

(۲) حضرت بریدۃ بن الحصیب اسلمی رضی اللہ عنہ، اکابر صحابہ میں سے تھے، جنگ بدر سے پہلے اسلام لائے، اسمیں شریک نہ ہو سکے، مرو [ایک جگہ کا نام ہے] میں ۶۳ھ میں انتقال ہوا، ان سے ۱۶۷ حدیثیں مروی ہیں۔

(۳) اس حدیث کے الفاظ مسند احمد بن حنبل: ۵/ ۳۴۸ پر یوں ہیں:

(كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: تَعَلَّمُوا سُورَةَ الْبَقَرَةِ, فَإِنَّ أَخْذَهَا بَرَكَةٌ، وَتَرْكَهَا حَسْرَةٌ، وَلَا يَسْتَطِيعُهَا الْبَطَلَةُ، قَالَ: ثُمَّ مَكَثَ سَاعَةً، ثُمَّ قَالَ: تَعَلَّمُوا سُورَةَ الْبَقَرَةِ، وَآلِ عِمْرَانَ، فَإِنَّهُمَا الزَّهْرَاوَانِ، يُظِلَّانِ صَاحِبَهُمَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ،كَأَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ، أَوْ غَيَايَتَانِ، أَوْ فِرْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَافَّ، وَإِنَّ الْقُرْآنَ يَلْقَى صَاحِبَهُ..." الحديث كما أورده المؤلف هنا).

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نبی ﷺ کے پاس بیٹھا تھا، میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "سورہ بقرہ کو سیکھو، اس کا یاد کرنا برکت ہے، اسکا چھوڑنا حسرت ہے، اور جادوگر اس کی قدرت نہیں رکھتے" پھر تھوڑی دیر آپ نے توقف فرمایا، پھر فرمایا: "سورہ بقرہ اور آل عمران یاد کرو، بلاشبہ یہ دونوں نورانی سورتیں ہیں، اپنے یاد کرنے والوں کو قیامت کے دن سایہ دیں گی، گویا کہ یہ دونوں سایہ ہوں، یا بدلی ہوں، یا صف باندھی ہوئے چڑیوں کی دو جماعت ہوں۔۔" [آگے حدیث کے وہی الفاظ ہیں] جیسا کہ مؤلف نے متن میں ذکر کیا۔

(۴) ابن الاثیر فرماتے ہیں شاحب کے معنی میں: ہر جسم اور رنگ کا بدلا ہو، چاہے سفر کی وجہ سے ہو، چاہے بیماری کی وجہ سے [النہایہ ۲/ ۴۴۸]۔

أَنَا صَاحِبُكَ الْقُرْآنُ الَّذِي أَظْمَأْتُكَ فِي الْهَوَاجِرِ[1] وَأَسْهَرْتُ لَيْلَكَ، وَإِنَّ كُلَّ تَاجِرٍ مِنْ وَرَاءِ تِجَارَتِهِ، وَإِنَّكَ الْيَوْمَ مِنْ وَرَاءِ كُلِّ تِجَارَةٍ، فَيُعْطَى الْمُلْكَ بِيَمِينِهِ، وَالْخُلْدَ بِشِمَالِهِ، وَيُوضَعُ عَلَى رَأْسِهِ تَاجُ الْوَقَارِ، وَيُكْسَى وَالِدَاهُ حُلَّتَيْنِ، لَا يُقَوَّمُ لَهُمَا أَهْلُ الدُّنْيَا، فَيَقُولَانِ: بِمَ كُسِينَا هَذِهِ؟ فَيُقَالُ: بِأَخْذِ وَلَدِكُمَا الْقُرْآنَ، ثُمَّ يُقَالُ لَهُ: اقْرَأْ، وَاصْعَدْ فِي دَرَجَةِ الْجَنَّةِ وَغُرَفِهَا، فَهُوَ فِي صُعُودٍ مَا دَامَ يَقْرَأُ هَذًّا كَانَ أَوْ تَرْتِيلًا"[2]

(بیشک قرآن صاحب قرآن (یعنی حافظ) سے پراگندہ حال میں اس وقت ملاقات کرے گا جب اس کی قبر پھٹے گی، اور اس سے پوچھے گا کیا تم مجھ کو پہچانتے ہو؟[حافظ قرآن] کہے گا: میں تجھے نہیں پہچانتا، پھر پوچھے گا کہ تم مجھے پہچانتے ہو؟ وہ کہے گا: میں تجھے نہیں پہچانتا، پھر قرآن کہے گا میں تمہارا ساتھی قرآن ہوں، میں نے تجھے سخت دھوپ میں پیاسا، اور رات میں بیدار رکھا، بیشک ہر تاجر اپنے تجارت کے پیچھے رہتا ہے، اور تم آج ہر تجارت کے پیچھے ہو، اس کے بعد حکومت اس کے داہنے ہاتھ میں، اور جنت الخلد بائیں ہاتھ میں دی جائیگی، اور اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جائیگا، اور اسکے والدین کو دو ایسے جوڑے پہنائے جائیں گے، جن کی اہل دنیا قیمت نہیں دے سکتے۔ پس (حافظ قرآن) کے والدین کہیں گے: کس وجہ سے ہمیں یہ جوڑے پہنائے گئے؟ جواب دیا جائے گا: تمہارے لڑکے کے قرآن حفظ کرنے کی وجہ سے، پھر حافظ قرآن سے کہا جائیگا: پڑھ اور جنت کی سیڑھی اور کمروں میں چڑھ، پس وہ جب تک پڑھتا رہیگا، چڑھتا رہیگا، چاہے جلدی جلدی پڑھے، یا ٹھہر ٹھہر کر)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے [روایت ہے] کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

(۱) الہواجر ہاجرۃ کی جمع ہے، ہاجرۃ گرمی کے سخت دنوں میں نصف النہار کو کہتے ہیں [تفسیر غریب الحدیث، حافظ بن حجر، صفحہ ۲۴۹]۔

(۲) مسند امام احمد بن حنبل: ۵/ ۳۴۸۔

☆ جلدی جلدی اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا قرآن کریم کی تلاوت کے چار مراتب میں سے دو مرتبے ہیں، ان کے مراتب یہ ہیں:

۱- تحقیق: خوب ٹھہر ٹھہر کر اطمئنان سے پڑھنا، ایسی تلاوت کا استعمال اکثر پڑھانے میں ہوتا ہے۔

۲- ترتیل: یہ بھی اطمئنان اور سکون سے پڑھنا۔

۳- تدویر: یہ ترتیل اور حدر کے درمیان پڑھنا ہے۔

۴- ہذ: اسی کو حدر کہتے ہیں، یعنی احکام کی رعایت کے ساتھ جلدی جلدی پڑھنا۔

(أَهْلُ الْقُرْآنِ هُمْ أَهْلُ اللهِ وَخَاصَّتُه) [1]

"اہل قرآن ہی اللہ تعالی کے اہل اور اس کے خاص لوگوں میں سے ہیں"

---

(۱) امام احمد نے اپنے مسند میں روایت کی ہے، مسند احمد ۳/۱۲۷ اس حدیث پاک کے شروع کے الفاظ یوں ہیں:

(إِنَّ لِلهِ أَهْلِيْنَ مِنَ النَّاسِ، فَقِيْلَ: مَنْ أَهْلُ اللهِ مِنْهُم؟ قَالَ: أَهْلُ الْقُرْآنِ)

(بیشک اللہ تعالی کے لوگوں میں سے اہل ہیں، پوچھا گیا: ان لوگوں میں سے اللہ والے کون ہیں؟ فرمایا: وہ اہل قرآن ہیں)

شیخ البانی نے حدیث کے ان الفاظ کے بارے میں فرمایا ہے کہ: یہ صحیح اور ثابت ہیں [سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ: ۴/۸۵ حدیث نمبر ۱۵۸۲]

اہل قرآن (حفاظ) کو آگے بڑھانے

اوران کے اکرام کاباب

☆حضرت عمر[رضی اللہ تعالی عنہ] کے [شوریٰ] کے احباب نوعمر اور بوڑھے [دونوں] تھے[1]۔

☆حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ[2] سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللَّهِ فَإِنْ كَانُوا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَأَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ فَإِنْ كَانُوا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً فَإِنْ كَانُوا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ سِنّاً وَفِيْ رِوَايَةٍ"سِلْماً" وَلَا يَؤُمَّنَّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِي سُلْطَانِهِ وَلَا يَقْعُدْ فِي بَيْتِهِ عَلَى تَكْرِمَتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ) رَوَاهُ مُسْلِمٌ[3]

لوگوں کی امامت ان میں سے سب سے زیادہ اللہ کی کتاب پڑھنے والا کرے گا، پس اگر قرآن پڑھنے میں سب برابر ہوں تو ان میں سب سے زیادہ سنت کا جاننے والا [امامت کرے گا] پس اگر سب سنت کے جاننے میں برابر ہوں، تو جو ہجرت میں پہل کرنے والا ہو [وہ امامت کرے گا] پس اگر اس میں بھی سب برابر ہوں، تو ان میں جو عمر دراز ہو - اور ایک روایت میں "سلما" آیا ہے یعنی سیدھا سادہ ہو - اور کوئی آدمی کسی کی امامت اس کی حکومت میں نہ کرے[4] اور کسی کی اس کی باعزت بیٹھنے کی جگہ پر اس کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھے[5]

---

(۱) صحیح بخاری:۶/۱۹۸اس کے الفاظ یہ ہیں:

(وَكَانَ الْقُرَّاءُ أَصْحَابُ مَجَالِسِ عُمَرَ وَمُشَاوَرَتِهِ كُهُوْلاً كَانُوا أَوْشُبَّاناً)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلسوں کے ساتھی [اصحاب شوریٰ] قراء تھے [یعنی حفاظ] چاہے وہ بوڑھے ہوں یا نوجوان۔

(۲) ابو مسعود بدری، عقبہ بن عمرو بن ثعلبہ انصاری، صحابی رسول ﷺ قبیلہ خزرج کے تھے، بیعت عقبہ میں شریک رہے، ان کے غزوہ بدر میں شریک ہونے نہ ہونے کے بارے میں اختلاف ہے، ۴۱ھ میں وفات پائی، ان سے ۱۰۲ حدیثیں مروی ہیں۔

(۳) صحیح مسلم:۱/۴۶۵ محدث "اشج" نے اپنی روایت میں "سلما" کی جگہ "سنا" ذکر کیا ہے [یعنی نمازیوں میں جو عمر دراز ہو اس کو امامت کے لئے آگے بڑھایا جائے]۔

(۴) مثلاً کسی کے گھر پہونچ کر یا آفس میں پہونچکر اس کے خاص جگہ پر نہ بیٹھے، ہاں اگر وہ خود بٹھادے تو بیٹھ جائے [ازمترجم]

(۵) مثلاً کسی کے گھر پہونچ کر صاحب خانہ کی موجودگی میں امامت کے لئے مصلی پر نہ چڑھ جائے، یا کسی آفس میں جائے تو ذمہ دار کی موجودگی میں نماز پڑھانے کے لئے مصلے پر نہ کھڑا ہو جائے، ہاں اگر ذمہ دار کی اجازت ہو، یا خود بڑھادے تو اس کی اجازت ہے [ازمترجم]

☆بخاری میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شہدائے احد میں سے [قبر میں اتارتے ہوئے] دو شہیدوں کو ایک کپڑے میں رکھتے، پھر پوچھتے ان میں سے کون قرآن کو زیادہ حاصل کرنے والا تھا؟ جب ان میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ کر دیا جاتا تو اسے قبر میں مقدم رکھتے[۱]۔

☆حضرت ابو موسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
(إِنَّ مِنْ إِجْلاَلِ اللهِ إِكْرَامَ ذِيْ الشَّيْبَةِ المسْلِمِ، وَحَامِلِ القُرآنِ غَيْرِ الغَالِيْ فِيْهِ وَالجَافِيْ عَنْهُ ،وَإِكْرَامِ ذِيْ السُّلْطَانِ المقْسِطِ)[۲]
"اللہ کی تعظیم میں سے سفید بال والے مسلمان کی[۳]، افراط و تفریط نہ کرنے والے حافظ قرآن کی[۴]، اور عادل بادشاہ کی عزت کرنا ہے"۔

(۱) صحیح بخاری:۲/ ۹۴

(۲) شاید حدیث کے ان الفاظ میں کالے خضاب کے ذریعہ سفید بال کو تبدیل کرنے سے بچنے کی طرف اشارہ ہو، تا کہ بوڑھا شخص پہچانا جائے، اور اس کی عزت کی جائے، اور وہ بوڑھا اس بات پر فخر کرے کہ اس کی عزت کرنا اللہ کی تعظیم میں سے ہے۔

(۳) یہی اسلام کا طریقہ کار ہے، یعنی افراط و تفریط کے درمیان رہنا، بعض حضرات دونوں صفتوں کو اکٹھا کر لیتے ہیں، پس آپ ان کو قرآن پاک کے معاملہ میں اس درجہ غالی پائیں گے کہ وہ اس کو تبرک کے طور پر اپنی گاڑی میں رکھتا ہے، اپنے آفس میں رکھتا ہے، اور اسی شخص کو قرآن کریم کے حکموں کی پابندی میں ظالم پائیں گے، چہ جائیکہ اس کی تلاوت، بلکہ ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں، جو رمضان کے علاوہ اس کی تلاوت جانتے ہی نہیں۔

(۴) امام ابوداؤد نے اس کی روایت کی ہے، [ابوداؤد:۲/ ۲۶۲-۲۶۱] شیخ البانی فرماتے ہیں: اس کی سند حسن ہے [مشکوۃ المصابیح: ۳/ ۱۳۸۸] شیخ عبد القادر ارناؤوط فرماتے ہیں: اس حدیث کے شواہد بہت ہیں، جس کے ذریعہ یہ حدیث قوی ہو گی، امام نووی، حافظ عراقی، حافظ ابن حجر نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے [جامع الاصول:۶/ ۵۷۲]

قرآن کریم کے سیکھنے سمجھنے اور اس کو غور سے سننے کے وجوب کا

اور ان باتوں کے چھوڑنے والے پر وعید کا بیان

☆اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿ وَجَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَن يَفْقَهُوهُ وَفِي ءَاذَانِهِمْ وَقْرًا ﴾[1]

"اوران کے دلوں پر ہم نے پردے ڈال دئے ہیں کہ وہ اسے سمجھیں ،اوران کے کانوں میں بوجھ"۔

☆اور [دوسری جگہ] اس کا ارشاد ہے:

﴿ ۞ إِنَّ شَرَّ ٱلدَّوَآبِّ عِندَ ٱللَّهِ ٱلصُّمُّ ٱلْبُكْمُ ٱلَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٢٢﴾ ﴾[2]

"بے شک بدترین خلائق اللہ تعالی کے نزدیک وہ لوگ ہیں جو بہرے ہیں، جو کہ ذرا نہیں سمجھتے"

☆اور [تیسری جگہ] اس کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِى فَإِنَّ لَهُۥ مَعِيشَةً ضَنكًا وَنَحْشُرُهُۥ يَوْمَ ٱلْقِيَـٰمَةِ أَعْمَىٰ ﴿١٢٤﴾ ﴾[3]

"اور (ہاں) جو میری یاد سے روگردانی کرے گا اس کی زندگی تنگی میں رہے گی"۔

☆حضرت ابو موسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

(۱) سورہ اسراء آیت:۴۶

(۲) سورہ انفال آیت:۲۲

(۳) سورہ طہ آیت:۱۲۴ بقیہ آیات یوں ہیں:

﴿ وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِى فَإِنَّ لَهُۥ مَعِيشَةً ضَنكًا وَنَحْشُرُهُۥ يَوْمَ ٱلْقِيَـٰمَةِ أَعْمَىٰ ﴿١٢٤﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِىٓ أَعْمَىٰ وَقَدْ كُنتُ بَصِيرًا ﴿١٢٥﴾ قَالَ كَذَٰلِكَ أَتَتْكَ ءَايَـٰتُنَا فَنَسِيتَهَا ۖ وَكَذَٰلِكَ ٱلْيَوْمَ تُنسَىٰ ﴿١٢٦﴾ ﴾

اور ہم اسے بروز قیامت اندھا کرکے اٹھائینگے، وہ کہے گا کہ الہی مجھے تو نے اندھا کر کے کیوں اٹھایا؟ حالانکہ میں تو دیکھتا بھالتا تھا، (جواب ملے گا کہ) اسی طرح ہونا چاہیئے تھا، تو میری آئے ہوئے آیتوں کو بھول گیا، تو آج تو بھی بھلادیا جائے گا"[آیات:-۱۲۴ ۱۲۶]

"مَثَلُ مَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ مِنْ الْهُدَى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ الْغَيْثِ الْكَثِيرِ أَصَابَ أَرْضًا فَكَانَ مِنْهَا نَقِيَّةٌ [1] قَبِلَتْ الْمَاءَ فَأَنْبَتَتْ الْكَلَأَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيرَ وَكَانَتْ مِنْهَا أَجَادِبُ [2] أَمْسَكَتْ الْمَاءَ فَنَفَعَ اللَّهُ بِهَا النَّاسَ فَشَرِبُوا وَسَقَوْا وَزَرَعُوا وَأَصَابَتْ مِنْهَا طَائِفَةً أُخْرَى إِنَّمَا هِيَ قِيعَانٌ [3] لَا تُمْسِكُ مَاءً وَلَا تُنْبِتُ كَلَأً فَذَلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِي دِينِ اللَّهِ وَنَفَعَهُ مَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ وَمَثَلُ مَنْ لَمْ يَرْفَعْ بِذَلِكَ رَأْسًا وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللَّهِ الَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ" أخرجاه [4]

"جس علم وہدایت کے ساتھ اللہ تعالی نے مجھے مبعوث فرمایا اس کی مثال سخت بارش جیسی ہے، جو ایک ایسی زمین پر ہوئی جس کا کچھ حصہ سفید تھا، اس نے پانی کو جذب کر لیا، اور بہت سی گھاس اور سبزہ اگایا، اوراسی زمین کا کچھ حصہ سخت تھا جس نے پانی کو اپنے اندر روکا، پس اللہ نے اس کے ذریعہ لوگوں کو فائدہ پہونچایا، لوگوں نے پیا اور سیر اب ہوئے، اور کھیتی کی، اور اس بارش کا کچھ حصہ دوسری کسی ایسی جگہ پر پہونچا جو چٹیل میدان تھا نہ تو پانی کو روکے اور نہ ہی سبزہ اگائے، پس یہی مثال ہے اس شخص کی جس نے اللہ کے دین میں سمجھ اختیار کی، اوراس کو اس چیز نے نفع پہونچایا جسے لے کر اللہ تعالی نے مجھے بھیجا ہے، پس اس شخص نے سیکھا اور سکھایا، اور [دوسری] مثال اس شخص کی ہے، جس نے کچھ توجہ نہ دی، اوراللہ کے اس ہدایت کو جسے لے کر میں بھیجا گیاہوں، اسے قبول نہ کیا"

☆حضرت ابن عمر [رضی اللہ عنہما] سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

(۱) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں "نقیۃ" یعنی سفید زمین [تفسیر غریب الحدیث:۲۴۵]

(۲) ابن الاثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں "اجادب" کے معنی سخت زمین، جو پانی کو روکے اوراسے جلد جذب نہ کرے [النہایہ:۱/۲۴۲]

(۳) لسان العرب میں ہے "القاع" وسیع، نرم، برابر، جس میں سختی ہو نہ بلندی وپستی، اس سے پہاڑ اور ٹیلے نکلتے ہوں، اور اسمیں کنکر پتھر نہ ہوں، پودے بھی نہ اگتے ہوں، اس کا ارد گرد اس سے اونچا نہ ہو، پانی وہیں پر گرتا ہو۔۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو زمین سپاٹ ہو، اوراس میں سبزہ نہ ہو [لسان العرب:۸/۳۰۴]

(۴) صحیح بخاری:۱/۲۸ الفاظ بخاری شریف کے ہیں، امام مسلم نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے مسلم شریف:۴/۱۷۸۸-۱۷۸۷ صحیح ابن حبان:۱/۱۷۷ اسمیں یہ عبارت ہے "فَعَلِمَ وَعَمِلَ" متن میں یہی عبارت تھی لیکن میں نے بخاری کے الفاظ ہی کو درج کیا ہے۔

(اِرْحَمُوْا تَرَحَّمُوْا، وَاغْفِرُوا يَغْفِرُ اللهُ لَكُمْ، وَيْلٌ لأَقْمَاعِ[1] الْقَوْلِ ،وَيْلٌ لِلْمُصِرِّيْنَ الذِيْنَ يُصِرُّوْنَ عَلَى مَافَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ)[2]

رحم کرو، رحم کئے جاؤ گے، معاف کرو، اللہ تمہیں معاف کرے گا، ہلاکت ہو صرف کہنے والوں پر ، ہلاکت ہو اصرار کرنے والوں پر، جو اپنے کئے ہوئے پر اصرار کرتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں۔

---

(۱) ابن الاثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اقماع" قمع کی جمع ہے "ضلع" کے وزن پر "قمع" اس واسطے کو کہتے ہیں جو برتنوں کے اوپر رکھا جاتا ہے، جس کے ذریعہ سیال [بہنے والی چیزوں] جیسے پانی یا تیل وغیرہ سے برتن کو بھرا جاسکے [مثلاً کپی یا پائپ وغیرہ] حدیث میں ان کے کانوں کو جو صرف باتوں کو سنتے ہیں، نہ یاد کرتے ہیں نہ عمل کرتے ہیں ان کو کپی سے تشبیہ دی گئی ہے، جس کو یہ پتہ نہیں کہ اس کے ذریعہ کیا کیا چیزیں ڈالی جاتی ہیں، تو گویا صرف بات کہنے والا اسپر عمل نہ کرنے والا باتوں سے ایسے ہی گذر جاتا ہے، جیسے کہ پانی کپی سے گذر جاتا ہے [النہایہ: ۴/ ۱۰۹]

محقق کتاب فرماتے ہیں: "اقماع" ہمارے یہاں عام لوگوں کے نزدیک "محقان" کو کہتے ہیں، جس کے ذریعہ مشک وغیرہ میں سیال چیزوں کو ڈالا جاتا ہے [جیسے سرنج یا پائپ]

(۲) مسند امام احمد بن حنبل: ۲/ ۱۶۵ استاذ احمد شاکر فرماتے ہیں: اس کی سند صحیح ہے، مسند احمد بتحقیق احمد شاکر: ۱۰/ ۵۱ حدیث نمبر ۶۵۴۱، شیخ البانی نے بھی اس کی تصحیح کی ہے، الاحادیث الصحیحۃ حدیث نمبر ۴۸۲

قرآن کو نہ سمجھنے والے پر منافق ہونے کے خوف کا باب

☆اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَمِنْهُم مَّن يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ حَتَّىٰٓ إِذَا خَرَجُواْ مِنْ عِندِكَ ﴾ (۱)

اوران میں سے بعض [ایسے بھی ہیں کہ] تیری طرف کان لگاتے ہیں، یہاں تک کہ جب تیرے پاس سے جاتے ہیں۔

☆[دوسری جگہ]ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ ٱلْجِنِّ وَٱلْإِنسِ ۖ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا ﴾ (۲)

"اور ہم نے بہت سے جن اورانسان دوزخ کے لئے پیدا کئے ہیں، جن کے دل ایسے ہیں جن سے نہیں سمجھتے، اور جن کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے نہیں دیکھتے، اور جن کے کان ایسے ہیں جن سے نہیں سنتے، یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں، بلکہ یہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں، یہی لوگ غافل ہیں"

---

(۱)سورہ محمد آیت:۱۶ مکمل آیت یوں ہے:

﴿ وَمِنْهُم مَّن يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ حَتَّىٰٓ إِذَا خَرَجُواْ مِنْ عِندِكَ قَالُواْ لِلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلْعِلْمَ مَاذَا قَالَ ءَانِفًا ۚ أُوْلَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ طَبَعَ ٱللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَٱتَّبَعُوٓاْ أَهْوَآءَهُمْ ﴿١٦﴾ ﴾

"اوران میں سے بعض [ایسے بھی ہیں کہ] تیرے طرف کان لگاتے ہیں، یہاں تک کہ جب تیرے پاس سے جاتے ہیں تو اہل علم سے [بوجہ کند ذہنی ولاپرواہی کے] پوچھتے ہیں کہ اس نے ابھی کیا کہا؟ یہی لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر کر دی ہے، اور وہ اپنی خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں"

(۲)سورۃ الاعراف آیت:۱۷۹ آیت کا تکملہ یہ ہے:

﴿وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ ٱلْجِنِّ وَٱلْإِنسِ ۖ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ ءَاذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَآ ۚ أُوْلَٰٓئِكَ كَٱلْأَنْعَٰمِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْغَٰفِلُونَ ﴿١٧٩﴾ ﴾

"اور ہم نے بہت سے جن اورانسان دوزخ کے لئے پیدا کئے ہیں، جن کے دل ایسے ہیں جن سے نہیں سمجھتے، اور جن کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے نہیں دیکھتے، اور جن کے کان ایسے ہیں جن سے نہیں سنتے، یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں، بلکہ یہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں، یہی لوگ غافل ہیں"

☆حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

(أَنَّكُمْ تُفْتَنُونَ فِي قُبُورِكُمْ مِثْل أوقَرِيبًا مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ، فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ أَوْ الْمُسْلِمُ . لَا أَدْرِي أَيَّ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ . فَيَقُولُ: مُحَمَّدٌ جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ، فَأَجَبْنَاهُ، وَآمَنَّا، فَيُقَالُ: نَمْ صَالِحًا عَلِمْنَا أَنَّكَ مُوقِنٌ، وَأَمَّا الْمُنَافِقُ أَوْ الْمُرْتَابُ . لَا أَدْرِي أَيَّ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ . فَيَقُولُ: لَا أَدْرِي، سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ شَيْئًا فَقُلْتُهُ) أخرجاه.[1]

---

(۱) صحیح بخاری:۱/ ۵۴ مسلم شریف:۲/ ۶۲۴ مؤلف رحمہ اللہ نے حدیث کو مختصر اذکر کیا ہے، اس کے الفاظ بخاری میں یوں ہیں:

"عَنْ أَسْمَاءَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: أَتَيْتُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ خَسَفَتْ الشَّمْسُ، فَإِذَا النَّاسُ قِيَامٌ يُصَلُّونَ، وَإِذَا هِيَ قَائِمَةٌ تُصَلِّي، فَقُلْتُ: مَا لِلنَّاسِ؟ فَأَشَارَتْ بِيَدِهَا نَحْوَ السَّمَاءِ، وَقَالَتْ: سُبْحَانَ اللَّهِ! فَقُلْتُ: آيَةٌ ؟ فَأَشَارَتْ أَيْ نَعَمْ، فَقُمْتُ حَتَّى تَجَلَّانِي الْغَشْيُ، وَجَعَلْتُ أَصُبُّ فَوْقَ رَأْسِي مَاءً، فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَمِدَ اللَّهَ، وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: مَا مِنْ شَيْءٍ كُنْتُ لَمْ أَرَهُ إِلَّا قَدْ رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي هَذَا، حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ، وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ مِثْلَ أَوْ قَرِيبَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ، لَا أَدْرِي أَيَّ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ، يُؤْتَى أَحَدُكُمْ فَيُقَالُ لَهُ: مَا عِلْمُكَ بِهَذَا الرَّجُلِ؟ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ أَوْ الْمُوقِنُ لَا أَدْرِي أَيَّ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ، فَيَقُولُ: هُوَ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ، جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى، فَأَجَبْنَا، وَآمَنَّا، وَاتَّبَعْنَا، فَيُقَالُ لَهُ: نَمْ صَالِحًا، فَقَدْ عَلِمْنَا إِنْ كُنْتَ لَمُؤْمِنًا، وَأَمَّا الْمُنَافِقُ أَوْ الْمُرْتَابُ لَا أَدْرِي أَيَّ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ؟ فَيَقُولُ: لَا أَدْرِي، سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ شَيْئًا فَقُلْتُهُ"

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں حضرت عائشہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی اہلیہ کے پاس ایسے وقت آئیں جب سورج گرہن تھا، پس لوگ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے، اور وہ بھی کھڑی ہو کر نماز پڑھ رہی تھیں، تو میں نے کہا: لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ تو ام المؤمنین نے اپنے ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کیا، اور سبحان اللہ کہا، پھر میں نے پوچھا کیا کوئی علامت [بات] پیش آگئی ہے، تو انہوں نے اشارے سے فرمایا: ہاں، پس میں کھڑی ہو گئی [یعنی نماز پڑھنے کیلئے] یہاں تک کہ [طویل قیام سے] مجھے غش آنے لگا، اور میں نے اپنے سر پر پانی ڈالنا شروع کیا، پس جب رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نماز سے فارغ ہوئے، اللہ تعالی کی حمد وثنا کی پھر فرمایا: جو چیزیں میں نے اب تک نہیں دیکھی تھیں وہ آج اس جگہ دیکھ لیں، یہاں تک کہ جنت دوزخ بھی دیکھ لی، اور مجھ پر یہ وحی آئی ہے کہ قبروں میں تمہاری ایسی آزمائش ہو گی جیسے دجال کے سامنے یا اس کے قریب (میں نہیں جانتا اسماء رضی اللہ عنہا نے کونسا لفظ کہا) قبر میں تم سے ایک کے پاس فرشتہ آتا ہے، پوچھتا ہے تو ان شخص (پیغمبر صاحب) کے باب میں کیا اعتقاد رکھتا تھا، ایمان دار یا یقین والا (معلوم نہیں اسماء نے کون سا لفظ کہا) یوں کہے گا محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللہ کے رسول ہیں، ہمارے پاس (دنیا میں) دلیلیں اور ہدایات کی باتیں لے کر آئے تھے، ہم نے مان لیا، ایمان لائے، ان کی پیروی کی، پھر اس سے کہا جائیگا: آرام سے سو جا، ہم جانتے تھے تو ایماندار ہے، اور منافق یا شک کرنے والا (معلوم نہیں اسماء نے کون سا لفظ کہا) یوں کہے گا: میں نہیں جانتا، میں نے لوگوں کو (ان کے باب میں) کچھ کہتے سنا وہی کہدیا۔

"بیشک تم لوگ اپنی قبروں میں فتنہ میں مبتلا کئے جاؤ گے، یا دجال کے فتنے کے قریب، یہاں تک کہ تم میں سے کسی کے پاس آیا جائیگا، پس اس سے کہا جائیگا، وہ محمد رسول اللہ ہیں، ہمارے درمیان ہدایت ودلائل لے کر آئے، ہم نے ان کی باتوں کو قبول کیا، اوران پر ایمان لائے، ان کی اتباع کی ، پس اس سے کہا جائیگا، اچھی طرح سو جاؤ، پس ہم نے جان لیا کہ تم مؤمن ہو، اوررہا منافق اور شکی پس جواب دے گا، میں نہیں جانتا، لوگوں کو کچھ کہتے ہوئے سنا، تو میں نے بھی کہا"۔

☆اور حضرت براء[1] کی صحیح حدیث میں ہے:

(إِنَّ المؤْمِنَ يَقُوْلُ: هُوَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ ،فَيَقُوْلاَنِ: وَمَا عَلَّمَكَ ؟ فَيَقُوْلُ: قَرَأْتُ كِتَابَ اللهِ فَآمَنْتُ بِهِ وَصَدَّقْتُ)[2]

"بے شک مؤمن کہے گا وہ رسول اللہ ﷺ ہیں، پس وہ دونوں [سوال کرنے والے فرشتے] کہیں گے، تمہیں کس نے بتلایا؟ پس وہ جواب دے گا، میں نے اللہ تعالی کی کتاب پڑھی، اسپر ایمان لایا ، اور تصدیق کی"۔

---

(۱) حضرت براءبن عازب اوسی، انصاری، صحابی ہیں، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ۱۵ غزوات میں شریک ہوئے، سب سے پہلی جنگ جس میں وہ شریک ہوئے وہ غزوہ خندق ہے، حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ نے انہیں ۲۴ھ میں انہیں ری [ایک جگہ کا نام ہے] کا گورنر بنایا، انہوں نے ابہر، قزوین، زنجان پر لشکر کشی کی اوران تمام علاقوں کو فتح کیا، جنگ "جمل" و "صفین" میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک ہوئے ۷۲ھ میں وفات پائی، بخاری ومسلم میں ان کی ۳۰۵ احادیث ہیں۔

(۲) مسند امام احمد:۴/۲۸۸-۲۸۷، سنن ابی داوٴد:۴/۲۴۰-۲۳۹، اس حدیث کی تصحیح شیخ البانی نے مشکوۃ المصابیح میں کی ہے:۱/۵۱۵ حدیث نمبر ۱۶۳۰

(باب)

☆ اللہ تعالی کا ارشاد:

﴿ وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ ٱلْكِتَٰبَ إِلَّآ أَمَانِيَّ ﴾[1]

"اور ان میں سے بعض ان پڑھ ایسے ہیں، کہ جو کتاب کے صرف ظاہری الفاظ کو ہی جانتے ہیں"۔

☆ اور اللہ تعالی کا ارشاد:

﴿ مَثَلُ ٱلَّذِينَ حُمِّلُوا۟ ٱلتَّوْرَىٰةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ ٱلْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًۢا ﴾[2]

☆ حضرت ابو الدرداء -رضی اللہ عنہ-[3] سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: ہم نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے ساتھ تھے، آپ نے اپنی نظر آسمان کی طرف اٹھائی، پھر فرمایا:

"هَذَا أَوَانٌ يُخْتَلَسُ الْعِلْمُ مِنَ النَّاسِ حَتَّى لاَ يَقْدِرُوا مِنْهُ عَلَى شَيْءٍ، فَقَالَ زِيَادُ بْنُ لَبِيدٍ الأَنْصَارِيُّ: كَيْفَ يُخْتَلَسُ مِنَّا وَقَدْ قَرَأْنَا الْقُرْآنَ؟ فَوَاللَّهِ لَنَقْرَأَنَّهُ وَلَنُقْرِئَنَّهُ نِسَاءَنَا وَأَبْنَاءَنَا.

---

(۱) سورۃ البقرۃ آیت:۷۸، مکمل آیت یوں ہے:

﴿ وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ ٱلْكِتَٰبَ إِلَّآ أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ۝٧٨ ﴾

"اور ان میں سے بعض ان پڑھ ایسے ہیں، کہ جو کتاب کے صرف ظاہری الفاظ کو ہی جانتے ہیں، اور صرف گمان اور اٹکل ہی پر ہیں"۔

(۲) سورۃ الجمعۃ آیت:۵ مکمل آیت یوں ہے:

﴿ مَثَلُ ٱلَّذِينَ حُمِّلُوا۟ ٱلتَّوْرَىٰةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ ٱلْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًۢا ۚ بِئْسَ مَثَلُ ٱلْقَوْمِ ٱلَّذِينَ كَذَّبُوا۟ بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ ۚ وَٱللَّهُ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلظَّٰلِمِينَ ۝٥ ﴾

"جن لوگوں کو تورات پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا پھر انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جو بہت سی کتابیں لادے ہو"۔

(۳) حضرت ابو الدرداء -رضی اللہ عنہ- کا نام عویمر بن عامر خزرجی انصاری ہے، انہوں نے تمام غزوات میں شرکت کی، غزوہ احد سے لیکر بعد تک کے غزوات میں شریک رہے، شام کے قاضی مقرر کئے گئے، یہ ان صحابہ میں سے ایک ہیں جنہوں نے آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے زمانہ میں قرآن پاک حفظ کرکے محفوظ کیا، آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: قرآن کو چار اشخاص سے سیکھو، ان میں سے حضرت ابو الدرداء کو شمار کرایا، ان کی وفات ۳۲ھ میں ہوئی۔

فَقَالَ:"ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَا زِيَادُ إِنْ كُنْتُ لَأَعُدُّكَ مِنْ فُقَهَاءِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ هَذِهِ التَّوْرَاةُ وَالإِنْجِيلُ عِنْدَ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى فَمَاذَا تُغْنِي عَنْهُمْ ؟" رواه الترمذي وقال: حديث حسن صحيح[1]

یہ ایسا وقت ہے کہ علم لوگوں سے اچک لیا جائے گا، یہاں تک کہ لوگ اس میں سے کسی چیز پر قادر نہیں رہیں گے، پس زیاد بن لبید انصاری[2] نے عرض کیا: علم ہم سے کیسے اچک لیا جائے گا؟ حالانکہ ہم نے قرآن پڑھا ہے، اور خدا کی قسم ہم اسے خوب پڑھیں گے، اور اپنے اہل وعیال کو خوب پڑھائیں گے، اسپر آپ نے ارشاد فرمایا: اے زیاد! میں تم کو فقہاء اہل مدینہ میں شمار کرتا تھا (یعنی تمہاری سمجھ میں اتنی بات بھی نہیں آئی) توریت، انجیل، یہود ونصاری کے پاس ہے، پس ان سے کیا بے نیاز کرتی ہے؟! (اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کی ہے، اور فرمایا ہے کہ حسن غریب ہے)۔

☆حضرت عائشہ -رضی اللہ عنہا- سے روایت ہے، کہ رسول اللہ ﷺ پر جب یہ (آیات) نازل ہوئیں:

﴿ إِنَّ فِي خَلْقِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَٱخْتِلَٰفِ ٱلَّيْلِ وَٱلنَّهَارِ لَءَايَٰتٍ لِّأُوْلِي ٱلْأَلْبَٰبِ ﴿١٩٠﴾ ٱلَّذِينَ يَذْكُرُونَ ٱللَّهَ قِيَٰمًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَٰذَا بَٰطِلًا سُبْحَٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ ٱلنَّارِ ﴿١٩١﴾ ﴾[3]

"آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں، اور رات ودن کے ہیر پھیر میں یقینا عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں، جو اللہ تعالی کا ذکر کھڑے اور بیٹھے، اور اپنی کروٹوں پر لیٹے ہوئے کرتے ہیں، اور آسمانوں

---

(۱) سنن ترمذی: ۵/ ۳۲-۱۳۱ اس حدیث کی روایت امام حاکم نے اپنی مستدرک میں کیا ہے، جلد: ا صفحہ: ۹۹، اور فرمایا ہے کہ یہ بصریوں کی حدیث میں یہ اسناد صحیح ہے، اور امام ذہبی نے امام حاکم کے قول کی تایید کی ہے ا/ ۱۰۰۔

(۲) زیاد بن لبید انصاری خزرجی، صحابی رسول ﷺ ہیں، ہجرت سے پہلے اسلام لائے، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ میں قیام کیا، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کی، ان کو مہاجری خزرجی کہا جاتا تھا، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے، اللہ کے رسول نے ان کو حضر موت (یمن) کا گورنر بنا کر بھیجا، حضرت امیر معاویہ -رضی اللہ عنہ- کی خلافت کے ابتداء میں ان کی وفات ہوئی۔

(۳) سورۃ آل عمران، آیت ۱۹۱-۱۹۰۔

وزمیں کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں، اور کہتے ہیں: اے ہمارے پروردگار، تونے یہ بے فائدہ نہیں بنایا، توپاک ہے، پس ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے"، تو آپ نے ارشاد فرمایا:

(وَيْلٌ لمنْ قَرَأَ هَذِهِ الآيةَ وَلَمْ يَتَفَكَّرْ فِيْهَا) رواه ابن حبان فى صحيحه[1]

اس شخص کے لئے ہلاکت ہو جس نے اس آیت کو پڑھا اور اس میں غور نہیں کیا۔

---

(۱) در منثور: ۲/ ۱۱۰-۱۱۱، تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۴۷۸۔

قرآن سے گنہگار ہونے والے شخص کے گناہ کا باب

☆اور اللہ تعالی کا ارشاد:

﴿وَمَا يُضِلُّ بِهِۦٓ إِلَّا ٱلۡفَٰسِقِينَ ٢٦﴾ [١]

"اور گمراہ تو صرف فاسقوں کو ہی کرتا ہے"

☆اور اللہ تعالی کا ارشاد:

﴿وَمَن لَّمۡ يَحۡكُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡكَٰفِرُونَ ٤٤﴾ [٢]

"جو لوگ اللہ کی اتاری ہوئی وحی کے ساتھ فیصلے نہ کریں وہ [پورے اور پختہ] کافر ہیں"

☆اور اللہ تعالی کا ارشاد:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يَكۡتُمُونَ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ مِنَ ٱلۡكِتَٰبِ وَيَشۡتَرُونَ بِهِۦ ثَمَنٗا قَلِيلًا﴾ [٣]

"بے شک جو لوگ اللہ تعالی کی اتاری ہوئی کتاب چھپاتے ہیں، اور اسے تھوڑی سی قیمت پر بیچتے ہیں"

☆حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

(١) سورۃ البقرۃ آیت:٢٦۔

(٢) سورۃ المائدہ آیت:۴۴۔

(٣) سورۃ البقرۃ آیت:١٧۴، مکمل آیت یوں ہے:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يَكۡتُمُونَ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ مِنَ ٱلۡكِتَٰبِ وَيَشۡتَرُونَ بِهِۦ ثَمَنٗا قَلِيلًاۙ أُوْلَٰٓئِكَ مَا يَأۡكُلُونَ فِي بُطُونِهِمۡ إِلَّا ٱلنَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ ٱللَّهُ يَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمۡ وَلَهُمۡ عَذَابٌ أَلِيمٌ ١٧٤﴾

"بے شک جو لوگ اللہ تعالی کی اتاری ہوئی کتاب چھپاتے ہیں، اور اسے تھوڑی سی قیمت پر بیچتے ہیں، یقین مانو کہ یہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں، قیامت کے دن اللہ تعالی ان سے بات بھی نہ کرے گا، نہ انہیں پاک کرے گا، بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے"۔

(يَخْرُجُ فِي هَذِهِ الأُمَّةِ – وَلَمْ يَقُلْ مِنْهَا – قَوْمٌ تَحْقِرُونَ صَلاَتَكُمْ مَعَ صَلاَتِهِمْ فَيَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ. لاَ يُجَاوِزُ حُلُوقَهُمْ – أَوْ حَنَاجِرَهُمْ – يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ فَيَنْظُرُ الرَّامِي إِلَى سَهْمِهِ إِلَى نَصْلِهِ إِلَى رِصَافِهِ فَيَتَمَارَى فِي الْفُوقَةِ هَلْ عَلِقَ بِهَا مِنَ الدَّمِ شَيْءٌ) أخرجاه[۱]

"اس امت میں[۲]- آپ ﷺ نے اس امت سے نہیں فرمایا-ایک ایسی قوم نکلے گی، تم اپنی نماز کو ان کی نماز کے سامنے ہیچ سمجھوگے، پس وہ قرآن پڑھیں گے، ان کے حلقوں یا گلوں سے آگے نہیں بڑھے گا، دین سے ایسے الگ ہوں گے جیسے تیر جانور میں سے پار نکل جاتا ہے[اسمیں کچھ نہیں لگا رہتا] تیر مارنے والا تیر کو دیکھتا ہے، پھر تیر کے پیکان کو دیکھتا ہے، پھر اس کے بار کو دیکھتا ہے[کہیں کچھ نہیں] اس کے بعد جڑ میں[جو کہ کمان سے لگا رہتا ہے] اس کو شک ہوتا ہے، شاید اس میں خون لگا ہو[مگروہ بھی صاف]" اس حدیث کو بخاری و مسلم نے روایت کی ہے۔

☆ اور ایک روایت میں ہے:

(يَقْرَأُوْنَ الْقُرْآنَ رَطْباً...)[۳]

---

(۱) امام بخاری نے اس حدیث کی روایت کی ہے، جلد: ۴/۱۱۵، مسلم: ۲/۷۴۳-۷۴۴، الفاظ مسلم شریف کے ہیں، حدیث میں حلق یا گلا کے الفاظ میں راوی کو شک ہے، حنجرہ (یعنی گلہ) والی روایت کو ترجیح مسلم کی ایک دوسری روایت کی بنا پر ہے، صحیح مسلم شریف: ۲/۷۴۷ میں (یجاوز حناجرہم) ہے [اس میں حنجرہ (گلا) کا لفظ واضح طور پر استعمال کیا گیا ہے]۔

(۲) آپ ﷺ کا یہ فرمانا "اس امت میں" یہ ایک عام لفظ ہے، کہ اس امت میں ہو یا اس کے علاوہ میں ہو، اور آپ ﷺ نے سچ فرمایا، پ' ہم اس زمانے میں دیکھ رہے ہیں کہ ایسا آدمی بھی ہے جو قرآن کا حفظ اور اس کی تلاوت اچھی طرح کرتا ہے، اور اپنی پوری قوت اسی میں صرف کرتا ہے، یہاں تک کہ اس نے اعتقاد کر رکھا ہے کہ اسلام کی انتہاء اسی حد تک ہے، ان ہی میں سے ایسے لوگ بھی ہیں، جو نماز و تہجد کے پابند بھی ہیں، لیکن اگر آپ اسلام کے دوسرے شعائر انکی ذات میں ڈھونڈھیں، تو آپ انہیں خالی پائیں، بلکہ وہ ان سب سے زیادہ ہوں گے، یہ لوگ اس دین سے اعراض کرنے والوں سے زیادہ خطرناک ہیں، اسلئے کہ یہ لوگ خود بخود اسلام کو جانتے ہیں، اور اپنے بعد کے لوگوں کو اسلام سکھائیں گے، رہے دوسرے لوگ تو اسلام کے نام سے بات کرتے ہیں، واللہ المستعان۔

(۳) یہ روایت مجھے نہیں ملی، بخاری شریف: ۵/۱۱۰-۱۱۱ نیز: ۲/۷۴۲ [پر جو روایت ہے اس کے الفاظ یہ ہیں]۔

(يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللهِ رَطْباً ، لايُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ)

اللہ کی کتاب ترو تازہ تلاوت کریں گے، ان کے گلوں سے متجاوز نہ ہو گی۔

"قرآن پاک کو ترو تازہ پڑھیں گے"۔

☆حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان لوگوں کو مخلوق میں سب سے برا سمجھتے تھے، اور فرماتے تھے:
یہ لوگ ان آیات کی طرف چلے جو کفار کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہیں، اور اسے مؤمنین کے خلاف بناڈالا[1]۔

☆ اور ترمذی میں ہے، امام ترمذی نے اس حدیث کی تحسین بھی کی ہے، حضرت ابوہریرہ سے مرفوعا روایت ہے:

(مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ ثُمَّ كَتَمَهُ، أُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ)

"جس سے کوئی [دینی] بات پوچھی گئی، اور اس نے [جاننے کے باوجود] چھپایا[1] قیامت کے دن اس کو آگ کی لگام پہنائی جائے گی"

اور مسلم شریف: ۲/ ۷۴۳ کی بھی روایت میں ہے:

(يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللهِ لَيِّناً رَطْباً)

اللہ کی کتاب کی تلاوت ترو تازہ، نرمی کے ساتھ کریں گے۔

(۱) جن باتوں پر شدید افسوس کیا جائے ان میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ یہ طریقہ کار بہت سے ایسے لوگوں کا ہے جن کے پاس اپنے مذہب کی کوئی حق دلیل نہیں، یا اپنے مدمقابل کے مذہب کے باطل ہونے کی کوئی سچی دلیل نہیں، پس آپ انہیں دیکھیں گے کہ وہ عصبیت یا جذبات کے دباؤ میں دانستہ طور پر ان آیات کو جو کفار کے کے سلسلے میں نازل ہوئیں ہیں، ان سے مسلمانوں کو متصف کرتے ہیں، اللہ تعالی نے مشرکین کی صفات بیان کی ہے، کہ وہ اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے، اور وہ خود گروہوں میں تھے، چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالی فرماتے ہیں:

﴿وَلَا تَكُونُوا۟ مِنَ ٱلْمُشْرِكِينَ ﴿٣١﴾ مِنَ ٱلَّذِينَ فَرَّقُوا۟ دِينَهُمْ وَكَانُوا۟ شِيَعًا ﴾[سورۃ الروم: ۳۲-۳۱]

اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ، ان لوگوں میں سے جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور خود بھی گروہ گروہ ہو گئے۔

پس کوئی آتا ہے، اور مذاہب اربعہ فقہیہ میں سے کسی مذہب کے تمام مسائل کے پیروکار کو ان لوگوں میں سے شمار کرتا ہے جنہوں نے دین میں پھوٹ ڈالی، اور گروہوں میں بٹ گئے، [ملاحظہ کریں کتاب: هَلِ المسلمُ مُلْزَمٌ بِاتِّبَاعِ مَذْهَبٍ مُعَيَّنٍ؟، صفحہ: ۴۰] اور بعض نوجوانوں کو آپ پائیں گے، کہ جذبات اور اشتعال میں اس عالم کی برائی کر رہے ہیں، اور اس حاکم کو برا کہہ رہے ہیں، نہ ان کے پاس کوئی دلیل ہے، اور نہ برہان، اور نہ تحقیق، پھر یہ نوجوان اپنی بات کے لئے ان آیات سے استدلال کرتے ہیں جو کافروں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، ان آیات کو ان پر منطبق کرتے ہیں، پس ہمیں اس مسلک سے پوری طرح ہوشیار رہنا چاہئے، کیونکہ یہ بڑا چکنا راستہ ہے [جس سے پھسلنا بہت آسان ہے]۔

قرآن کے ساتھ دکھلاوا کرنے والے کے گناہ کا باب[2]

☆حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

(إِنَّ أَوَّلَ النَّاسِ يُقْضَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَيْهِ رَجُلٌ اسْتُشْهِدَ فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا، قَالَ: قَاتَلْتُ فِيكَ حَتَّى اسْتُشْهِدْتُ، قَالَ: كَذَبْتَ، وَلَكِنَّكَ قَاتَلْتَ لأَنْ يُقَالَ جَرِيءٌ، فَقَدْ قِيلَ،ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلَى وَجْهِهِ حَتَّى أُلْقِيَ فِي النَّارِ، وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَهُ، وَقَرَأَ الْقُرْآنَ فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا، قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا، قَالَ: تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُهُ وَقَرَأْتُ فِيكَ الْقُرْآنَ، قَالَ: كَذَبْتَ، وَلَكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِيُقَالَ عَالِمٌ،وَقَرَأْتَ الْقُرْآنَ لِيُقَالَ هُوَ قَارِئٌ. فَقَدْ قِيلَ، ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلَى وَجْهِهِ حَتَّى أُلْقِيَ فِي النَّارِ، وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَعْطَاهُ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ كُلِّهِ فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا، قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا، قَالَ: مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِيلٍ تُحِبُّ أَنْ يُنْفَقَ فِيهَا إِلاَّ أَنْفَقْتُ فِيهَا لَكَ، قَالَ: كَذَبْتَ، وَلَكِنَّكَ فَعَلْتَ لِيُقَالَ هُوَ جَوَادٌ، فَقَدْ قِيلَ، ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلَى وَجْهِهِ ثُمَّ أُلْقِيَ فِي النَّارِ) رواه مسلم[3]

---

(۱) شاید اس حدیث کی مناسبت ماقبل سے یہ ہو کہ مؤلف نے جب حضرت ابن عمر کے قول سے استدلال کیا، جس میں حضرت ابن عمر نے اس شخص کے بارے میں جو کفار کے سلسلہ میں نازل شدہ آیات کو مؤمنین پر منطبق کرتا ہے[اس بات کی تشریح کرتے ہوئے فوراً یہ بھی] بیان کردیا کہ جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ آیت کفار کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے، اس کے باوجود چھپاتے ہیں، اور اس کو ظاہر نہیں کرتے، بلکہ اس کے برعکس ظاہر کرتے ہیں۔

(۲) امام بخاری رحمہ اللہ تعالی نے اپنی صحیح میں ایک باب اس عنوان سے ذکر کیا ہے "باب من راءى بقراءة القرآن القران" فتح الباری: ۸/۷۱۸۔

(۳) موجودہ زمانے میں کتنی ہی ایسے لوگوں کی بھیڑ ہے جو قرآنی حروف کو صحیح کرنے کی حد تک رکے ہوئے ہیں، اور اسکے حقوق کو ضائع کر رہے ہیں، اور اپنی پوری قوت آواز کے بنانے اور گانے، تجوید میں مبالغہ کرنے میں صرف کر رکھی ہے، اور اس کے بعد کی باتوں سے بے اعتنائی برتتے ہیں، شاید اس حدیث میں[ایسے لوگوں کیلئے] عبرت ہو، واللہ المستعان

"قیامت کے دن سب سے پہلا شخص جس کے خلاف فیصلہ سنایا جائے گا وہ شہید آدمی ہو گا، اسے لایا جائے گا، اور اللہ تعالی اسے اپنی نعمتیں پہچنوائیں گے، وہ ان کا اعتراف کرے گا، ارشاد ہو گا: تم نے ان نعمتوں سے کیا کیا؟ وہ کہے گا میں نے تیرے راستے میں قتال کیا، یہاں تک کہ شہید ہو گیا ، ارشاد ہو گا: جھوٹ بولتا ہے، تم نے اس لئے قتال کیا تھا تاکہ تمہیں بہادر کہا جائے اور تمہیں کہا گیا، پھر اس کے بارے میں حکم دیا جائے گا، پس اسے منہ کے بل گھسیٹا جائے گا یہاں تک کہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا، اور [دوسرا] آدمی [جس کے خلاف فیصلہ سنا جائے گا] اس نے علم کو سیکھا اور سکھایا، اور قرآن کو پڑھا، اسے لایا جائے گا، اسے اللہ تعالی اپنی نعمتوں کو پہچنوائیں گے، وہ اعتراف کرے گا، ارشاد ہو گا: تو تم نے اس میں کیا کام کیا؟ وہ کہے گا میں نے علم حاصل کیا اور اسے سکھایا، اور تیری رضا کے لئے قرآن پڑھا، ارشاد ہو گا: تو جھوٹ بولتا ہے، تم نے تو علم اس لئے سیکھا تھا تاکہ تجھے عالم کہا جائے، اور قرآن اس لئے پڑھا تھا تاکہ تجھے قاری کہا جائے، سو تجھے [دنیا میں] کہا گیا، پس اس کے متعلق بھی حکم دیا جائے گا، اور اسے منہ کے بل گھسیٹا جائے گا یہاں تک کہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا، اور [تیسرا] آدمی جسکو اللہ تعالی نے [رزق کی] کشادگی دے رکھی ہو گی، اور اسے ہر طرح کے مختلف مالوں سے بہرہ ور کر رکھا ہو گا، اسے لایا جائے گا [رب کریم] اپنی نعمتوں کو پہچنوائیں گے، بندہ اعتراف کرے گا، ارشاد ہو گا: پھر تم نے اس میں کیا کام کیا؟ وہ کہے گا: کوئی ایسا راستہ جس میں تیری مرضی خرچ کرنے کی ہو میں نے نہیں چھوڑا [یعنی اس میں خرچ کیا] ارشاد ہو گا: جھوٹ بولتا ہے، تم نے تو اس لئے خرچ کیا تھا تاکہ تجھے سخی کہا جائے ، سو تمہیں کہا گیا، پھر اس کے متعلق حکم کیا جائے گا، پس اسکو منہ کے بل گھسیٹا جائے گا، اور جہنم میں ڈال دیا جائے گا"[1]

(۱) صحیح مسلم: ۱۵۱۴/۳۔

قرآن کو روزی کا ذریعہ بنانے والے کے گناہ کا باب[1]

☆حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

"اِقْرَؤُا الْقُرآنَ وَابْتَغُوْا بِهِ وَجْهَ اللهِ قَبْلَ أَنْ يَأتِيْ قَوْمٌ يُقِيْمُوْنَهُ إِقَامَةَ الْقَدْحِ يَتَعَجَّلُوْنَهُ وَلَايَتَأَجَّلُوْنَهُ" رواه أبوداؤد، وله معناه من حديث سهل بن سعد

قرآن کو پڑھو، اوراس کے ذریعہ اللہ عزوجل کی رضا چاہو اس سے قبل کہ ایسی قوم آئے جو اسے تیر کی طرح سیدھا کرے، وہ لوگ اس سے جلد بازی کریں گے [یعنی دنیا طلبی کریں گے] اوراسے مؤخر نہیں کریں گے [یعنی آخرت میں اس کے اجر کا انتظار نہیں کریں گے] امام ابوداؤد نے اس حدیث کی روایت کی ہے[2]، اور اس میں [یعنی سنن ابوداؤد میں] اس معنی پر مشتمل حضرت سعد بن سہل کی بھی حدیث ہے۔

---

(۱) حافظ ابن حجر۔رحمہ اللہ فرماتے ہیں حدیث میں تاکل کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنٰی کھانا طلب کرنا [چنانچہ امام بخاری - رحمہ اللہ نے جو باب باندھا ہے اس کا ترجمہ یہ ہے] قراءت قرآن سے دکھاوا چاہے، یا کھانے کا ذریعہ بنائے [فتح الباری: ۸/۷۱۸]۔

(۲) یہ داؤد رحمہ اللہ کی روایت کے الفاظ نہیں ہیں، ان کی روایت کے الفاظ کا ترجمہ یوں ہے: حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہمارے درمیان تشریف لائے، ہم قرآن پڑھ رہے تھے ہم میں دیہاتی اور عجمی بھی تھے، آپ نے ارشاد فرمایا، پڑھو سب ٹھیک ہے، عنقریب کچھ قومیں آئیں گی جو اسے تیر کی طرح سیدھا کریں گی اس سے جلد طلبی کریں گی (یعنی اخروی اجر وثواب کے بدلے دنیاوی منافع طلب کریں گی) اور مؤخر نہیں کریں گی (یعنی آخرت میں اس کے ثواب کے منتظر نہیں رہیں گی) سنن ابوداؤد: ۱/ ۲۲۰، اور داؤد میں دوسری روایت بھی آئی ہے جس کی طرف مؤلف نے اپنے اس قول سے اشارہ کیا ہے کہ اس معنی کی حدیث ابوداؤد میں سہل بن سعد سے مروی ہے، "يتعجل أمره" (اس کے معاملہ میں جلدبازی کریگا، مؤخر نہیں کرے گا) ابوداؤد: ۱/ ۲۲۰ شیخ البانی نے پہلی روایت کے بارے میں فرمایا: اسکی سند صحیح ہے (سلسلہ الاحادیث الصحیحہ حدیث نمبر ۲۵۹) اور حضرت سہل بن سعد کی روایت کے بارے میں فرمایا: سوائے ابن لھیعہ کے اس کے رواۃ ثقات ہیں، امام مسلم کے رواۃ میں سے ہیں۔

☆حضرت عمران رضی اللہ عنہ[1] سے روایت ہے ان کا گذر ایک ایسے شخص پر ہوا جو کسی جماعت کو قرآن سنارہا تھا جب وہ شخص فارغ ہوا تو دست سوال دراز کیا، اس پر حضرت عمران نے إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھا، اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

"مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَلْيَسْأَلِ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى بِهِ فَإِنَّهُ سَيَجِيءُ أَقْوَامٌ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ يَسْأَلُونَ بِهِ النَّاسَ"

جو قرآن پڑھے پس اسے چاہئے کہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے سوال کرے، یقیناً ایک ایسی قوم آئیگی جو قرآن پڑھے گی اور اس کے ذریعہ لوگوں سے سوال کرے گی [امام احمد، اور ترمذی نے اس کی روایت کی ہے[2]]۔

(۱) عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فتح خیبر کے سال اسلام لائے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک ہوئے، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان کو بصرہ بھیجا، تاکہ وہاں کے لوگوں کو دین سکھائیں، مستجاب الدعوات تھے، صفین کی لڑائی میں الگ رہے بصرہ میں ۵۲ھ کو وفات پائی، ان سے ۱۳۰ حدیثیں مروی ہیں۔

(۲) مسند امام احمد ۴/ ۴۳۲-۴۳۳، سنن ترمذی: ۱/ ۱۷۹-۱۸۰، امام ترمذی نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے یہ حدیث حسن ہے اس کی سند عمدہ نہیں ہے۔

قرآن پر ظلم کا باب[1]

(۱) یہاں جن باتوں کو ذہن نشین رکھنا چاہئے ان میں سے ایک یہ ہے کہ قرآن کریم پر ظلم، یا اس کا چھوڑنا جائز نہیں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿ وَقَالَ ٱلرَّسُولُ يَـٰرَبِّ إِنَّ قَوْمِى ٱتَّخَذُواْ هَـٰذَا ٱلْقُرْءَانَ مَهْجُورًا ﴿٣٠﴾ ﴾ قرآن کا چھوڑنا اس کی تلاوت کے چھوڑنے ہی پر موقوف نہیں، جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں، بلکہ اس سے زیادہ عام وشامل ہے جیسا کہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: مشرکین نہ تو قرآن کو سنتے تھے اور نہ ہی اس کی طرف دھیان دیتے تھے، جب ان پر آیات تلاوت کی جاتی تھیں تو دوسری چیزوں کے متعلق بات کرتے اور شور مچاتے تھے تاکہ اسکو نہ سن سکیں، یہی ہے قرآن کا ترک کرنا، اس پر ایمان نہ لانا، اور اس کی تصدیق نہ کرنا بھی اس کے چھوڑنے میں سے ہے، اسی طرح اس کو نہ سمجھنا، اس میں غور وفکر نہ کرنا بھی اس کے چھوڑنے کو شامل ہے، اس پر عمل نہ کرنا، اس کے احکامات نہ بجالانا، اس کی منہیات سے نہ بچنا بھی اس کا چھوڑنا ہے، اس کو چھوڑ کر دوسری چیز کو اختیار کرنا مثلاً شعر یا کوئی بات، یا گانا بجانا، یا کھیل کود یا ایسی کوئی بات جو قرآن سے مأخوذ نہ ہو اس کا اختیار کرنا بھی قرآن کو چھوڑنا ہے، ہم اللہ کریم، ومنان، اور جو چاہے اس کے کرنے پر قادر ہے کی ذات سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں اپنی ناراضگی کی باتوں سے چھٹکارا دے، اور ہمیں اپنی مرضیات کے کاموں، حفظ کتاب اللہ، اس کے سمجھنے، اور اس کے تقاضوں کو رات ودن اس طرح پر پورا کرنے کی توفیق دے جو اسے پسند ہو ، اور اس کی رضا کا باعث ہو، وہ ذات کریم ووہاب ہے (تفسیر ابن کثیر:۳/۳۴۹)۔

قرآن کو چھوڑنے کی کئی قسمیں ہیں، ابن القیم رحمہ اللہ نے اس کا ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہیں:

۱- اس کے سننے، اس پر ایمان لانے، اور اس کی طرف دھیان دینے کو چھوڑنا۔

۲- اس پر عمل نہ کرنا، اور اس کے حلال وحرام پر پابندی نہ کرنا، اگر چہ اس کی تلاوت کرتا ہو، اور اس پر ایمان رکھتا ہو۔

۳- اس کے فیصلے کو چھوڑنا، دین کے اصول وفروع میں اس کے فیصلوں کی طرف نہ لوٹنا، اور اس بات کا عقیدہ رکھنا کہ قرآن یقین کا فائدہ نہیں دیتا، اور اس کے دلائل لفظی ہیں جس سے علم حاصل نہیں ہوتا۔

۴- اس میں غور وفکر نہ کرنا، اور نہ ہی ارادہ الٰہی کی معرفت حاصل کرنا ۔

۵- دلوں کے جملہ امراض واسقام کا علاج ودوا اس سے نہ کرنا، اور اپنے امراض کا علاج اس کے علاوہ سے چاہنا، یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ کے اس قول میں داخل ہیں:﴿ وَقَالَ ٱلرَّسُولُ يَـٰرَبِّ إِنَّ قَوْمِى ٱتَّخَذُواْ هَـٰذَا ٱلْقُرْءَانَ مَهْجُورًا ﴿٣٠﴾ ﴾ اگر چہ ان میں سے بعض کا ترک بعض سے ہلکا ہے (الفوائد:۱۵۶)۔

محقق کتاب فرماتے ہیں: لوگوں میں قرآن چھوڑنے کے حکم جاننے سے متعلق غفلت ہے، حالانکہ لاپرواہی برتی جارہی ہے، ائمہ اور خطباء اور وہ لوگ جو عامۃ الناس سے مخاطب ہوتے ہیں ان کی جانب سے عامۃ الناس کو تنبیہ اور یاد دہانی کی ضرورت ہے، واللہ المستعان۔

☆ حضرت سمرہ بن جندب[1] سے خواب کی لمبی حدیث[2] میں مرفوعاً روایت ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"أَتَانِي اللَّيْلَةَ آتِيَانِ ، وَإِنَّهُمَا ابْتَعَثَانِي، وَقَالاَ لِي انْطَلِقْ . وَإِنِّي انْطَلَقْتُ مَعَهُمَا، وَإِنَّا أَتَيْنَا عَلَى رَجُلٍ مُضْطَجِعٍ، وَإِذَا آخَرُ قَائِمٌ عَلَيْهِ بِصَخْرَةٍ ، وَإِذَا يَهْوِى بِالصَّخْرَةِ لِرَأْسِهِ، فَيَثْلَغُ رَأْسَهُ فَيَتَهَدْهَدُ الْحَجَرُ هَا هُنَا، فَيَتْبَعُ الْحَجَرَ فَيَأْخُذُهُ، فَلاَ يَرْجِعُ إِلَيْهِ حَتَّى يَصِحَّ رَأْسُهُ كَمَا كَانَ، ثُمَّ يَعُودُ عَلَيْهِ، فَيَفْعَلُ بِهِ مِثْلَ مَا فَعَلَ بِالْمَرَّةَ الأُولَى،قَالَ: قُلْتُ لَهُمَا: سُبْحَانَ اللَّهِ مَاهَذَانِ؟قالاَ:هَذَا رَجُلٌ عَلَّمَهُ اللهُ الْقُرْآنَ،فَنَامَ عَنْهُ بِاللَّيلِ،وَلَم يَعْمَلْ فِيْهِ بِالنَّهَارِ،يُفْعَلُ بِهِ إِلى يَوْمِ الْقِيَامَةِ"

رات میں میرے پاس دو آنے والے آئے (یعنی فرشتے) اور مجھے اٹھایا اور ان دونوں نے مجھ سے کہا چلو، میں ان دونوں کے ساتھ چلا، ہمارا گذر ایک ایسے آدمی پر ہوا جو لیٹا ہوا تھا، اور اس کے سرہانے ایک آدمی پتھر لیکر کھڑا تھا [پتھر لئے ہوا شخص جب لیٹے ہوئے آدمی کے سر پر مارتا تھا] تو اس کا سر پھٹ جاتا تھا، اور پتھر وہاں دور چلا جاتا تھا، یہ آدمی پتھر کا پیچھا کرتا اسے پھر لاتا، جب واپس لوٹتا تو اس شخص کا سر اپنی پرانی حالت پر لوٹ آتا، پھر اسے مارتا، اور اسی طرح کرتا جیسے پہلی

---

(۱) سمرہ بن جندب بن ہلال بن جری فرازیؓ آپ ﷺ کے ساتھ غزوات میں شریک ہوئے بصرہ میں سکونت اختیار کی، خلیفہ زیاد جب کوفہ جاتے تو انہیں بصرۃ میں ان کو اپنا نائب بنا کر جاتے، یا ور جب بصرہ جاتے تو کوفہ میں اپنا قائم مقام بنا کر جاتے، خوارج کے معاملہ میں بڑے سخت تھے، جب ان کے پاس کوئی خارجی لایا جاتا تو اسے قتل کر دیتے اور فرماتے: روئے زمین پر سب سے برا مقتول ہے ۵۸ھ میں ان کی وفات ہوئی جب کہ وہ ایک کھولتے پانی کے دیگ میں جا گرے رضی اللہ عنہ (اسد الغابۃ: ۲/ ۳۰۲-۳۰۳)۔

(۲) یہ ایک لمبی حدیث ہے، امام بخاری نے اسکی روایت دو جگہ کی ہے، پہلی جگہ میں ہے کہ حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جن باتوں کو کثرت سے پوچھتے تھے ان میں سے یہ تھی کہ اپنے صحابہ سے فرماتے تھے کہ کیا کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے، فرماتے ہیں کہ ان میں سے جو جو کچھ دیکھتا کہہ دیتا، آپ ﷺ نے ایک صبح ہم سے ارشاد فرمایا کہ رات میرے پاس دو آنے والے آئے... پھر اس میں آپ نے بعض آدمیوں کے مشاہدہ کرنے کی بات ارشاد فرمائی جن کو یا تو عذاب دیا جارہا تھا یا نعمتوں میں تھے، پھر آپ سے فرشتوں نے ان سب باتوں کی وضاحت کی جو آپ نے دیکھا تھا مؤلف نے سب سے پہلی حالت کے ذکر پر اختصار کیا ہے، اور اس کا جواب حدیث کے آخری حصہ میں ہے (اس سے پتہ چلتا ہے کہ) حدیث یہاں پر مختصر ہے۔

مرتبہ کیا تھا، آپ ﷺ نے دونوں فرشتوں سے ارشاد فرمایا: سبحان اللہ یہ کیا ہے ؟[۱] ان دونوں نے جواب دیا: یہ ایک ایسا آدمی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کے علم سے نوازا، یہ شخص اس سے بیزار ہو کر رات میں سویا، اور دن میں اس پر عمل نہیں کیا، [اس کے ساتھ ایسا ہی] قیامت تک کیا جائے گا[۲]

ایک دوسری روایت میں ہے کہ:

(الَّذِيْ يَأْخُذُ الْقُرْآنَ فَيَرْفِضُهُ وَيَنَامُ عَنِ الصَّلاَةِ الْمَكْتُوبَةِ)

(یہ سزا اس شخص کی ہے) جو قرآن کو حاصل کرے پھر اسے ٹھکرادے، اور فرض نمازوں سے سوتا رہے، اس حدیث کی روایت امام بخاری نے کی ہے[3]۔

مسلم شریف میں حضرت ابو موسیٰ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے قراء بصرہ سے ارشاد فرمایا:

"اتْلُوهُ وَلاَ يَطُولَنَّ عَلَيْكُمُ الأَمَدُ فَتَقْسُوَ قُلُوبُكُمْ كَمَا قَسَتْ قُلُوبُ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ"

اس کی (یعنی قرآن کی) تلاوت کرو، تم پر مدت درازنہ ہو جائے پس تمہارے قلوب سخت ہو جائیں ، جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں کے قلوب سخت ہوئے[۴]۔

☆حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا:

(إن بني إسرائيل لما طال عليهم الأمد فقست قلوبهم فاخترعوا كتابا من عند أنفسهم استحلته أنفسهم ،وكان الحق يحول بينهم وبين كثير من شهواتهم ،حتى نبذوا كتاب الله وراء ظهورهم)

---

(۱) یہاں تک امام بخاری نے (بخاری میں) باب التعبیر میں روایت کی ہے۔ باب تعبیر الرؤیاء بعد صلاۃ الصبح:۸/ ۸۴۔

(۲) بخاری کی روایت میں سے ہے، کتاب الجنائز باب ۹۳ (ما قیل فی اولاد المشرکین) جلد ۲/ ۱۰۵۔

(3) بخاری کی روایت میں سے ہے باب تعبیر الرؤیا:۸/ ۸۶۔

(۴) مسلم شریف:۲/ ۷۲۶۔

بے شک بنی اسرائیل جب ان پر مدت دراز ہو گئی تو ان کے قلوب سخت ہو گئے، تو انہوں نے اپنی طرف سے ایک کتاب گڑھ لی، جسے انہوں نے حلال سمجھا، اور حق ان کے اور ان کی بہت سی خواہشات کے درمیان حائل ہوتا تھا یہاں تک کہ انہوں نے اللہ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا[1]۔

---

(۱) [عبداللہ ابن مسعودؓ کے] اس قول کو ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر: ۲۷/۲۲۹ پر اور ابن کثیر نے جلد: ۴/۳۲۸ پر ابن حاتم سے اس سے لمبی عبارت کے ساتھ ذکر کیا ہے ان کی عبارت یہ ہے: بنی اسرائیل پر جب مدت دراز ہو گئی تو ان کے قلوب سخت ہو گئے، انہوں نے اپنی طرف سے ایک کتاب ایجاد کی، جسے ان کے قلوب نے اچھا جانا، اور ان کی زبان نے حلال اور لذت دار جانا، اور حق ان کے اور ان کی بہت سی خواہشات نفسانی کے درمیان حائل ہوتا تھا، تو انہوں نے کہا، چلو بنی اسرائیل کو اپنی اس کتاب کی جانب بلائیں، جو ہماری اتباع کرے اسے چھوڑ دیں، اور جو ہماری پیروی کو ناپسند کرے اسے قتل کر دیں، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا.... یہاں تک فرمایا.... چنانچہ بنی اسرائیل ۷۲ فرقوں میں بٹ گئی پھر فرمایا.... اور بے شک تم لوگ عنقریب اگر تم زندہ رہے یا تم میں سے زندہ رہنے والے باقی رہے .... ایسی باتیں دیکھو گے جسے تم ناپسند کروگے اور اس کو بدلنے پر قادر نہ ہوگے، تو اس وقت تم سے کسی کے لئے یہ کافی ہے کہ اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کو بتلائے کہ وہ اس چیز کو ناپسندیدہ سمجھتا ہے [یعنی دل سے ناپسندیدہ سمجھے]۔

محقق کتاب فرماتے ہیں: اس معنی کے قریب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ جو عنقریب آنے والا بھی ہے۔ ”قریب ہے کہ آدمی یہ کہے کہ میں نے قرآن پڑھا، میں نہیں سمجھتا کہ تم میری پیروی کروگے یہاں تک کہ ان کے لئے میں دوسرا کچھ گڑھوں، پس خبر دار [ایسی چیزوں سے بچو] جو ایجاد کی ہوئی ہو، اس لئے کہ ہر بدعت [دین میں نئی ایجاد] گمراہی ہے۔

قرآن کے علاوہ ہدایت تلاش کرنے والے کا باب

☆اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَن يَعْشُ عَن ذِكْرِ ٱلرَّحْمَٰنِ نُقَيِّضْ لَهُۥ شَيْطَٰنًا فَهُوَ لَهُۥ قَرِينٌ ﴿٣٦﴾ وَإِنَّهُمْ لَيَصُدُّونَهُمْ عَنِ ٱلسَّبِيلِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُم مُّهْتَدُونَ ﴿٣٧﴾ ﴾[1]

اور جو شخص رحمن کی یاد سے غفلت کرے ہم اس پر ایک شیطان مقرر کردیتے ہیں، وہی اس کا ساتھی رہتا ہے، اور وہ انہیں راہ سے روکتے ہیں، اور یہ اسی خیال میں رہتے ہیں کہ یہ ہدایت یافتہ ہیں۔

☆اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِم مِّنْ أَنفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰٓؤُلَآءِ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ تِبْيَٰنًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ﴿٨٩﴾ ﴾[2]

اور جس دن ہم ہر امت میں انہیں میں سے ان کے مقابلے پر گواہ کھڑا کریں گے، اور تجھے ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے، اور ہم نے تجھ پر یہ کتاب نازل فرمائی ہے جس میں ہر چیز کا شافی بیان ہے، اور مسلمانوں کے لئے ہدایت، رحمت اور خوشخبری ہے۔

☆حضرت زید بن ارقم[1] سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان خطبہ دینے کے لئے ایک مقام پر کھڑے ہوئے جسے خم[2] کہا جاتا تھا، مکہ اور مدینہ کے درمیان پس آپ ﷺ نے اللہ کی حمد وثنا کی، اور وعظ ونصیحت کی، پھر فرمایا امابعد:

---

(۱)سورۃ الزخرف:۳۶-۳۷۔

(۲)سورۃ النحل:۸۹۔

(أَلَا أَيُّهَا النَّاسُ، فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، يُوْشَكُ أَنْ يَأْتِيَ رَسُوْلُ رَبِّيْ فَأُجِيْب، وَأَنَا تَارِكٌ فِيْكُمْ ثَقَلَيْنِ،أَوَّلُهُمَا: كِتَابُ اللهِ فِيْهِ الهُدَى وَالنُّوْرُ ،فَخُذُوْا بِكِتَابِ اللهِ واسْتَمْسِكُوْا بِهِ)

اے لوگو خبر دار بے شک میں بشر ہوں، قریب ہے کہ میرے رب کا رسول (فرشتہ) میرے پاس آئے پس میں جواب دوں [یعنی میری روح قبض کرے] اور میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑ تا ہوں ان میں سب سے پہلی چیز اللہ کی کتاب ہے، جس میں ہدایت اور نور ہے، پس تم لوگ اللہ کی کتاب کو لو اور اسے مضبوطی سے پکڑو۔

چنانچہ آپ ﷺ نے اللہ کی کتاب [کے التزام پر] ابھارا، اور ترغیب دلائی پھر ارشاد فرمایا:

(وَأَهْلُ بَيْتِيْ، أُذَكِّرُكُمْ اللهَ فِيْ أَهْلِ بَيْتِيْ)[٣]

اور میرے اہل بیت [کا خیال رکھنا] میں تمہیں اپنے اہل بیت کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈراتا ہوں۔

اور ایک حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

(أَحَدُهُمَا كِتَابُ اللهِ عَزَّوَجَلَّ هُوَ حَبْلُ اللهِ، مَنِ اتَّبَعَهُ كَانَ عَلَى الهُدَى، وَمَنْ تَرَكَهُ كَانَ عَلَى ضَلاَلَةٍ)[٤]

پہلی چیز اللہ عز و جل کی کتاب ہے، وہ اللہ کی رسی ہے جس نے اس کی اتباع کی ہدایت پر رہا، اور جس نے اسے چھوڑا گمراہی پر رہا [اس حدیث کی روایت امام مسلم نے کی ہے]۔

---

(١) زید بن ارقم انصاری خزرجیؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ١٧ اغزوات میں شریک ہوئے غزوہ احد کے دن چھوٹے شمار کئے گئے [اس وجہ سے شریک غزوہ نہ ہوسکے] کوفہ میں رہے، اور وہیں ٦٨ھ میں وفات پائی، حضرت علیؓ کے ساتھ جنگ صفین میں شریک ہوئے، ان سے ٧٠ حدیثیں مروی ہیں۔

(٢) یہ ایک پانی کا تالاب تھا جحفہ کے بالمقابل [مکہ اور مدینہ کے درمیان] حازمی کہتے ہیں: خم ایک وادی ہے مکہ اور مدینہ کے درمیان جحفہ کے پاس، وہاں ایک تالاب ہے جس کے پاس رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا [معجم البلدان: ٢/ ٣٨٩]۔

(٣) صحیح مسلم: ٤/ ١٨٧٣۔

(٤) صحیح مسلم: ٤/ ١٨٧٤۔

☆مسلم میں حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب خطبہ دیتے[1] تو ارشاد فرماتے:
(أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللهِ، وَخَيْرَ الهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ، وَشَرَّ الأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٍ)[2]

پس سب سے بہتر کلام اللہ کی کتاب ہے، اور سب سے بہترین طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے، اور کاموں میں سب سے برا اسکی بدعتیں ہیں، اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

☆حضرت سعد بن مالک[3] سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ پر قرآن نازل کیا گیا، آپ نے ایک زمانہ تک لوگوں کو سنایا، پس لوگوں نے کہا یا رسول اللہ، اگر آپ قصے بیان کرتے [یعنی کچھ قصے کہانیاں بیان کرتے] پس اللہ عزوجل نے ﴿الٓر ۚ تِلْكَ ءَايَٰتُ ٱلْكِتَٰبِ ٱلْمُبِينِ ۝١﴾[4] آیت نازل فرمائی، چنانچہ آپ نے ان پر ایک مدت یہ آیتیں تلاوت فرمائیں، ابن ابی حاتم نے سند حسن کے ساتھ اس کی روایت کی ہے[5]۔

---

(۱) حدیث کا مکمل [حصہ یوں ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے] جب آپ خطبہ دیتے آپ کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں، اور آواز بلند ہو جاتی، غصہ بڑھ جاتا [ایسا لگتا] جیسے کسی لشکر سے ڈرانے والے ہوں [ایسا فرماتے گویا] صبح یا شام کو [لشکر آجانے والا ہے] اور فرماتے: میری بعثت اور قیامت ان دونوں کی طرح ہیں [مثال میں] آپ دو انگلیوں سبابہ اور وسطیٰ کو ملاتے۔

(۲) مسلم نے اس حدیث کی روایت کی: ۲/ ۵۹۲۔

(۳) سعد بن مالکؓ ان کی شہرت سعد بن ابی وقاص، مالک بن وہیب بن عبد مناف قرشی سے ہے، مشہور قائد صحابہؓ میں سے ہیں، عراق اور کسریٰ کے مدائن کو فتح کیا، اسلام میں داخل ہونے والے ساتویں فرد ہیں، بعضوں نے پانچواں شخص شمار کیا ہے، ان کا شمار ان چھ صحابہ میں سے ہے جن کو حضرت عمرؓ نے اپنے بعد خلافت کے لئے متعین کیا تھا، اور خاص طور پر ان کے لئے ارشاد فرمایا تھا، اگر سعد امارت قبول کریں تو فبہا، ورنہ میرے بعد آنے والے خلیفہ کو وصیت ہے کہ ان کو گورنر بنائیں، یہ وہ پہلے صحابی ہیں جنہوں نے اللہ کے راستہ میں تیر چلایا، آپ کے لئے رسول اللہ ﷺ نے جنت کی بشارت دی، حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد فتنہ سے دور رہے، ۵۵ میں مدینہ سے قریب عقیق میں وفات پائی اور مدینہ لائے گئے، مہاجرین میں آپ آخری وفات پانے والے ہیں [ملاحظہ فرمائیں اسد الغابہ: ۲/ ۲۱۴-۲۱۸]۔

(۴) سورہ یوسف: ۱۔

(۵) امام سیوطی فرماتے ہیں: اس حدیث کی رویت اسحاق بن راہویہ، بزار، ابو یعلیٰ، ابن المنذر، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، ابو الشیخ، حاکم نے تصحیح کے ساتھ، ابن مردویہ نے سعد ابن ابی وقاص سے کی ہے، در منثور: ۴/ ۳۔

☆ابن ابی حاتم[1] نے مسعودی[2] سے، اور وہ قاسم[3] سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کافی اکتا گئے تو انہوں نے درخواست کی یارسول اللہ ہم سے بیان فرمایئے تو یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ٱللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ ٱلْحَدِيثِ كِتَٰبًا مُّتَشَٰبِهًا مَّثَانِىَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ ٱلَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ ٱللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُدَى ٱللَّهِ يَهْدِى بِهِۦ مَن يَشَآءُ ۚ وَمَن يُضْلِلِ ٱللَّهُ فَمَا لَهُۥ مِنْ هَادٍ ﴿٢٣﴾﴾ [4]

اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل فرمایا ہے، جو ایسی کتاب ہے کہ آپس میں ملتی جلتی اور بار بار دہرائی آیتوں کی ہے، جس سے لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، جو اپنے رب کا خوف رکھتے ہیں ، آخر میں ان کے جسم اور دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف نرم ہو جاتے ہیں، یہ ہے اللہ تعالیٰ کی ہدایت، جس کے ذریعہ جسے چاہے راہ راست پر لگا دیتا ہے، اور جسے اللہ تعالیٰ ہی راہ بھلادے اس کا ہادی کوئی نہیں۔

پھر ان کا [یعنی صحابہ کا] دل کافی اچاٹ ہوا، پھر درخواست کی، اے اللہ کے رسول ہم سے کچھ بیان فرمائیں پس اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:

محقق کتاب فرماتے ہیں: امام حاکم نے مستدرک میں اس حدیث کی تصحیح کی ہے، اور امام ذہبی نے ان کی تائید کی ہے، مستدرک: ۲/۳۴۵، نیز ملاحظہ فرمائیں اسباب النزول واحدی: ۲۷۵-۲۷۶۔

(۱) محقق کتاب فرماتے ہیں کہ میں نے ابن ابی حاتم کو اس روایت کا ذکر کرتے ہوئے نہیں پایا۔

(۲) یہ عبدالرحمن بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود الکوفی (المسعودی) ہیں، (حافظ ابن حجر نے) تقریب التہذیب میں فرمایا ہے کہ یہ صدوق ہیں اپنے انتقال سے پہلے مختلط ہو گئے تھے (یعنی بڑھاپے اور کمزوری کی وجہ سے یاد داشت گڑبڑ ہو گئی تھی) ۶۰ھ یا ۶۵ھ میں وفات پائی (تقریب التہذیب: ۱/۴۸۷) تہذیب التہذیب میں ابن معین سے مروی ہے: ان کی صحیح حدیثیں قاسم اور عون سے ہیں [تہذیب التہذیب: ۶/۲۱۱]۔

(۳) قاسم بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود المسعودی الکوفی، کوفہ کے قاضی تھے اس کی تنخواہ نہیں لیتے تھے، حضرت محارب فرماتے ہیں ہم نے ان کے ساتھ بیت المقدس تک رفاقت کی، وہ ہم سے تین باتوں میں آگے رہے، نماز کی کثرت، طویل خاموشی، سخاوت، ثقہ عالم تھے ۱۲۰ھ میں وفات پائی [تہذیب التہذیب: ۸/۳۲۱-۳۲۲]

(۴) سورۃ الزمر آیت: ۲۳۔

﴿أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَن تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ ٱللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ ٱلْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا۟ كَٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَٰبَ مِن قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ ٱلْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَٰسِقُونَ ﴿١٦﴾﴾ (١)

کیا اب تک ایمان والوں کے لئے وقت نہیں آیا کہ ان کے دل ذکر الٰہی سے اور جو حق اتر چکا ہے اس سے نرم ہو جائیں، اور ان کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں ان سے پہلے کتاب دی گئی تھی، پھر جب ان پر ایک زمانہ دراز گذر گیا تو ان کے دل سخت ہو گئے، اور ان میں سے بہت سے فاسق ہیں۔

اس کی روایت عبید نے (٢) بعض تابعین سے کی ہے، اور اس میں یہ بھی ہے، پس اگر وہ گفتگو طلب کرتے تھے تو ان کو نبی ﷺ قرآن کی طرف رہنمائی فرماتے تھے (٣)۔

☆ حضرت معاذ بن جبل روزانہ اپنی مجلس میں فرمایا کرتے تھے، بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ اس کا کہنا بھولیں: اللہ تعالیٰ حاکم عادل ہے، شک کرنے والے ہلاک ہوں، تمہارے پیچھے بہت سے فتنے ہیں، اس میں مال کی کثرت ہوگی، اس میں قرآن کھولا جائیگا پس اسے مومن، منافق، بچے اور عورت پڑھیں گے، پس قریب ہے کہ ان میں کا کوئی کہے، میں نے قرآن پڑھا، میں نہیں سمجھتا کہ لوگ میری اتباع کریں گے یہاں تک کہ

---

(١) سورۃ الحدید آیت:١٦۔

(٢) محقق کتاب فرماتے ہیں: اس حدیث کی مسعودی والی روایت مجھے قاسم سے نہیں ملی، جو روایت مجھے ملی ہے، وہ قاسم اپنے بھائی عون بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود والی ہے [تفسیر بن جریر:١٥/ ٥٥٢، در منثور:٤/ ٣]۔

(٣) محقق کتاب فرماتے ہیں: جو روایت مجھے تفسیر طبری وغیرہ میں مسعودی (سے ملی ہے) وہ یہ ہے کہ مسعودی نے عون بن عبد اللہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کافی اکتا گئے تو درخواست کی یا رسول اللہ ہم سے بیان فرمایئے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ﴿ٱللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ ٱلْحَدِيثِ كِتَٰبًا مُّتَشَٰبِهًا﴾ پھر دوبارہ کافی اچاٹ ہوئے تو درخواست کی یا رسول اللہ حدیث سے اوپر اور قرآن سے نیچے (ان کا مقصد قصے تھے) بیان فرمایئے پس اللہ تعالیٰ نے ﴿الٓر ۚ تِلْكَ ءَايَٰتُ ٱلْكِتَٰبِ ٱلْمُبِينِ ﴿١﴾ إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ قُرْءَٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٢﴾ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ ٱلْقَصَصِ بِمَآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ هَٰذَا ٱلْقُرْءَانَ وَإِن كُنتَ مِن قَبْلِهِۦ لَمِنَ ٱلْغَٰفِلِينَ ﴿٣﴾﴾ نازل فرمائی، صحابہ نے حدیث کی درخواست کی تو انہیں احسن الحدیث کی طرف رہنمائی فرمائی، صحابہ نے قصوں کی فرمائش کی تو انہیں احسن القصص کی طرف نشان دہی کی، [تفسیر بن جریر:١٥/ ٥٥٢، در منثور:٤/ ٣، اسباب النزول واحدی صفحہ ٢٧٠]۔

ان کے لئے اس کے علاوہ گڑھوں، پس خبر دار ایجاد نو سے، پس ہر بدعت ضلالت ہے، اور خبر دار حکیم (تجربہ کار) کے تیڑھے پن سے، اور بے شک منافق کبھی کلمہ حق کہتا ہے، پس تم حق کو لے لو اس شخص سے جو لائے پس بے شک حق پر نور ہوتا ہے اس حدیث کو ابو داؤد نے روایت کی ہے[1]۔

اور بیہقی نے عروہ بن الزبیر[1] [رضی اللہ عنہ] سے روایت کی ہے کہ عمر [رضی اللہ عنہ] نے حدیثوں کے لکھنے کا ارادہ فرمایا، پس صحابہ سے مشورہ کیا، صحابہ نے اس کا (یعنی لکھنے کا) مشورہ دیا، پھر ایک ماہ

---

(۱) سنن ابی داؤد: ۴/ ۲۰۲ ابو داؤد نے ایسے الفاظ سے ذکر کیا ہے جس میں مصنف کی ذکر کردہ عبارت سے اختلاف ہے، اس حدیث کی عبارت ابو داؤد میں یوں ہے:

"أَنَّ يَزِيدَ بْنَ عُمَيْرَةَ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ أَخْبَرَهُ قَالَ: كَانَ لاَ يَجْلِسُ مَجْلِسًا لِلذِّكْرِ حِينَ يَجْلِسُ إِلاَّ قَالَ: اللَّهُ حَكَمٌ قِسْطٌ، هَلَكَ الْمُرْتَابُونَ، فَقَالَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ يَوْمًا: إِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ فِتَنًا يَكْثُرُ فِيهَا الْمَالُ، وَيُفْتَحُ فِيهَا الْقُرْآنُ، حَتَّى يَأْخُذَهُ الْمُؤْمِنُ وَالْمُنَافِقُ وَالرَّجُلُ وَالْمَرْأَةُ وَالصَّغِيرُ وَالْكَبِيرُ وَالْعَبْدُ وَالْحُرُّ، فَيُوشِكُ قَائِلٌ أَنْ يَقُولَ: مَا لِلنَّاسِ لاَ يَتَّبِعُونِي وَقَدْ قَرَأْتُ الْقُرْآنَ مَا هُمْ بِمُتَّبِعِيَّ حَتَّى أَبْتَدِعَ لَهُمْ غَيْرَهُ؟ فَإِيَّاكُمْ وَمَا ابْتُدِعَ، فَإِنَّ مَا ابْتُدِعَ ضَلاَلَةٌ، وَأُحَذِّرُكُمْ زَيْغَةَ الْحَكِيمِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ يَقُولُ كَلِمَةَ الضَّلاَلَةِ عَلَى لِسَانِ الْحَكِيمِ، وَقَدْ يَقُولُ الْمُنَافِقُ كَلِمَةَ الْحَقِّ. قَالَ: قُلْتُ لِمُعَاذٍ: مَا يُدْرِينِي رَحِمَكَ اللَّهُ أَنَّ الْحَكِيمَ قَدْ يَقُولُ كَلِمَةَ الضَّلاَلَةِ وَأَنَّ الْمُنَافِقَ قَدْ يَقُولُ كَلِمَةَ الْحَقِّ؟ قَالَ: بَلَى اجْتَنِبْ مِنْ كَلاَمِ الْحَكِيمِ الْمُشْتَهِرَاتِ الَّتِي يُقَالُ لَهَا مَا هَذِهِ، وَلاَ يُثْنِيَنَّكَ ذَلِكَ عَنْهُ فَإِنَّهُ لَعَلَّهُ أَنْ يُرَاجِعَ وَتَلَقَّ الْحَقَّ إِذَا سَمِعْتَهُ فَإِنَّ عَلَى الْحَقِّ نُورًا"

یزید بن عمیرہ جو حضرت معاذ بن جبل کے ساتھیوں میں سے تھے انہوں نے بتایا کہ معاذ بن جبلؓ کسی ذکر کی مجلس میں نہیں بیٹھتے تھے مگر یہ فرماتے تھے: اللہ عادل حاکم ہے: شک کرنے والے ہلاک ہوئے، ایک دن معاذ بن جبل نے فرمایا: تمہارے پیچھے فتنے ہیں، اس میں مال کی کثرت ہوگی، قرآن اس میں کھولا جائیگا یہاں تک کہ مومن، منافق مرد، عورت، چھوٹے بڑے آزاد و غلام سبھی اس کو لیں گے، پس قریب ہے کہ کوئی کہنے والا یوں کہے: لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ میری اتباع نہیں کرتے حالانکہ میں نے قرآن پڑھا ہے، یہ لوگ میری اتباع کرنے والے نہیں ہیں یہاں تک کہ ان کے لئے دوسری چیز نہ گڑھ لوں، پس خبر دار جس چیز کو اس نے گڑھا، پس بے شک جو چیز نئی ایجاد کی گئی گمراہی ہے، اور میں تمہیں حکیم (تجربہ کار) کی گمراہی سے ڈراتا ہوں، پس بے شک شیطان کبھی گمراہی کی بات حکیم کی زبان پر جاری کرتا ہے، اور کبھی منافق حق بات کہتا ہے، راوی فرماتے ہیں: میں نے حضرت معاذ سے کہا۔ مجھے کیسے پتہ چلے گا اللہ آپ کے حال پر رحم فرمائے۔ یہ کہ حکیم کبھی گمراہی کی بات کہتا ہے؟ اور منافق کبھی کلمہ حق کہتا ہے؟ آپ نے جواب دیا ہاں، حکیم کی مشہور باتوں سے بچو جس کے بارے میں کیا جانے یہ کیا ہے تمہیں یہ باتیں اس سے نہ روکیں، شاید وہ رجوع کرلے، اور حق کو لے لو جب اس سے سنو، پس حق پر نور ہوتا ہے سنن ابی داوؤد: ۴/ ۲۰۲۔

تک اللہ سے استخارہ کیا، پھر فرمایا: مجھے ان قوموں کی یاد آئی جو تم سے پہلے تھیں انہوں نے کتابیں لکھیں، پس اسی میں مشغول رہے اور اللہ عزوجل کی کتاب کو چھوڑ دیا، اور یقینا میں اللہ کی قسم اللہ کی کتاب کو کسی اور چیز کے ساتھ کبھی مخلوط نہیں کرونگا[۲]۔

---

(۱) عروہ بن الزبیر بن العوام۔ رضی اللہ عنہ۔ ان کی پیدائش ۲۲ھ میں ہوئی، مدینہ کے سات فقہاء میں سے ایک تھے، بصرہ میں قیام پذیر رہے، پھر مصر چلے گئے، پھر مدینہ کی جانب لوٹ آئے یہاں تک ۹۳ھ میں وفات پائی، انہیں کی طرف عروہ کا کنواں مدینہ میں منسوب کیا جاتا ہے۔

(۲) عبد الرزاق نے اپنی مصنف میں روایت کی ہے جلد: ۱۱/ ۲۵۷ حدیث نمبر ۲۰۴۸۴، اور انہیں کے واسطے سے امام بیہقی نے اپنی کتاب مدخل ابی السنن الکبریٰ ۷۳۱ نمبر کے تحت ذکر کیا ہے۔ (نیز ملاحظہ کریں) جامع بیان العلم وفضلہ ابن عبد البر کی تالیف جلد: ۱/ ۷۷، اس کے شروع میں یہ عبارت ہے (کہ حضرت عمر نے فرمایا) میں نے حدیثوں کے لکھنے کا ارادہ کیا تھا۔

قرآن میں غلو [حد سے تجاوز کرنے] کا باب

اس سلسلہ میں خوارج کی حدیث گذر چکی[1]۔

☆ صحیح (مسلم) میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَصُومُ الدَّهْرَ وَتَقْرَأُ الْقُرْآنَ كُلَّ لَيْلَةٍ؟ قُلْتُ: بَلَى يَا نَبِيَّ اللَّهِ، وَلَمْ أُرِدْ بِذَلِكَ إِلاَّ الْخَيْرَ. قَالَ:"فَإِنَّ بِحَسْبِكَ أَنْ تَصُومَ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلاَثَةَ أَيَّامٍ". قُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ إِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ. قَالَ:"فَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا" قَالَ:"فَصُمْ صَوْمَ دَاوُدَ نَبِيِّ اللَّهِ –صلى الله عليه وسلم– فَإِنَّهُ كَانَ أَعْبَدَ النَّاسِ". قَالَ: قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ:"وَمَا صَوْمُ دَاوُدَ ؟ قَالَ:"كَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا". قَالَ:"وَاقْرَإِ الْقُرْآنَ فِي كُلِّ شَهْرٍ".قَالَ: قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ: إِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ. قَالَ:"فَاقْرَأْهُ فِي كُلِّ عِشْرِينَ"[2]

کیا مجھے یہ خبر نہیں دی گئی کہ تم ہمیشہ روزہ رکھتے ہو اور ہر رات قرآن پڑھتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں اے اللہ کے نبی، میں نے اس سے خیر کے علاوہ کچھ قصد نہیں کیا، آپ نے ارشاد فرمایا: تو داوٗد (علیہ السلام) کا روزہ رکھو، بے شک وہ لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت کرنے والے تھے، ہر ماہ قرآن کی تلاوت کرو، (عبد اللہ بن عمر نے) فرمایا کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں (اس پر آپ نے فرمایا کہ ہر بیس دن میں پڑھ لو، میں نے عرض کیا میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں، آپ نے فرمایا ہر دس دن میں پڑھ لیا کرو، (عبد اللہ بن

---

(۱) ملاحظہ فرمائیں قرآن سے گنہگار ہونے والے شخص کے گناہ کا باب۔

(۲) صحیح مسلم جلد: ۲/ ۸۱۳ مؤلف نے اس حدیث کا ذکر مختصراً کیا ہے۔

عمر) فرماتے ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں آپ نے ارشاد فرمایا: ہر سات دن میں پڑھ لیا کرو اس سے زیادہ مت کرو(۱)۔

☆ اور مسلم میں ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(هَلَكَ المتَنَطِّعُوْنَ)(۲-۳)

(قول و فعل میں) مبالغہ کرنے والے ہلاک ہوئے۔

---

(۱) قرآن کی تلاوت سے عبادت کا حکم تمام امور کی طرح ہے۔ افراط و تفریط کے درمیان، جیسا کہ آئندہ حدیث میں آرہا ہے کہ: قرآن کو پڑھو، اس میں غلو نہ کرو، اور نہ ظلم کرو، پس لوگوں میں سے بعض غلو کرتے ہیں، اور اپنے آپ کو مشقت میں ڈالتے ہیں، اور انہیں میں سے بعض ظلم کرتے ہیں اور قرآن کے حق میں شدید کوتاہی کرتے ہیں۔

علماء رحمہم اللہ کے درمیان اس بات میں اختلاف ہے کہ کتنے دن میں قرآن ختم کیا جائے، اور سب سے عمدہ بات جو اس مسئلہ میں ذکر کی گئی ہے وہ امام نوویؒ کا قول ہے (وہ فرماتے ہیں) سلف میں یومیہ جو کچھ پڑھتے تھے اس میں مختلف عادات تھیں، ان کے حالات، سمجھ، اور عمل کے مطابق، پس ان میں سے بعض قرآن کو ہر ماہ ختم کرتا، اور بعض بیس دن میں، اور ان میں بعض دس دن میں، اور بعض بلکہ اکثر ہر ہفتہ میں، اور ان میں سے بہت سے تین دن میں، اور بہت سے ہر دن و رات میں، اور بعض رات، اور بعض دن و رات میں تین ختم کرتے تھے، بعض آٹھ ختم کرتے۔ یہ ان میں سب سے زیادہ ہے جو ہمیں خبریں پہونچی ہیں:

پھر فرمایا: پسندیدہ یہ ہے کہ خوب پڑھا جائے اس مقدار میں جس پر پابندی ہو سکے، اور اس بات کی عادت نہ بنائے مگر جس پر ظن غالب ہو کہ اس پر نشاط اور غیر نشاط کی حالت میں پابندی کرے گا۔

یہ اس وقت ہے جب اس کا کوئی اور عمومی یا خصوصی کام نہ ہو جس پر قرآن کی کثرت تلاوت سے تعطل ہو رہا ہو پس اگر اس کا کوئی عمومی کام بھی ہو مثلاً ذمہ داری یا تعلیم وغیرہ تو اپنے آپ کے لئے ایسی مقدار مقرر کرے جس پر چستی اور غیر چستی دونوں حالت میں ممکن ہو، بغیر اس کے کہ اپنے کام کی پوری طرح انجام دہی میں خلل ہو، سلف سے جو کچھ منقول ہے وہ اس پر محمول ہے (شرح صحیح مسلم امام نووی: ۸/ ۴۲-۴۳)۔

(۲) ابن حجرؒ فرماتے ہیں: المتنطعون: متنطع کی جمع ہے، وہ کسی بھی معاملہ میں قول ہو یا فعل مبالغہ کرنا، تنطع فی الکلام کے معنیٰ ہیں بات میں مبالغہ کیا جیسے گلا پھاڑنا، نطع۔ ن اور ط کے زبر کے ساتھ۔ منھ کا داخلی اعلیٰ حصہ، بعضوں سے نون کے پیش، اور طاء کے سکون سے منقول ہے، تفسیر غریب الحدیث صفحہ ۲۴۰ ابن الجوزی فرماتے ہیں: التنطع: گہرائی، غلو، تکلف جس کا حکم نہیں دیا گیا ہے وہ کرنا۔ غریب الحدیث: ۲/ ۴۱۸۔

(۳) امام مسلم نے روایت کی ہے: ۴/ ۲۰۵۵ اس میں یہ زیادتی بھی ہے کہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔

☆(مسند) احمد میں عبد الرحمٰن بن شبل[1] سے مرفوعاً (روایت ہے)۔

"اِقْرَأُوْا الْقُرْآنَ وَلاَ تَغْلُوْا فِيْهِ،وَلاَ تَجْفُوْا عَنْهُ، وَلاَ تَأْكُلُوْا بِهِ، وَلَا تَسْتَكْثِرُوْا بِهِ"[2]

قرآن کو پڑھو، اس میں غلو مت کرو، اور (اسے چھوڑ کر) اس پر ظلم مت کرو، اسے روزی کا ذریعہ نہ بناؤ، اس کے ذریعہ مال کی زیادتی مت طلب کرو۔

☆حضرت ابورافع[3] سے روایت ہے، بے شک رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

"لا أَلْفَيَنَّ أَحَدُكُمْ مُتَّكِئاً عَلى أَرِيْكَتِهِ، يَأْتِيْهِ الاَمْرُ مِنْ أَمْرِيْ ،مِمَّا أَمَرْتُ بِهِ، أَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ ،فَيَقُوْل: لاَ نَدْرِيْ مَا وَجَدْنَا فِي كِتَابِ اللهِ اتَّبَعْنَاهُ"

میں تم میں سے کسی کو (اس حال میں) نہ پاؤں، جو اپنے کرسی پر ٹیک لگائے بیٹھا ہو، اسے میرے حکم میں سے کوئی حکم آئے، جس کا میں نے حکم دیا ہے، یا جس سے روکا ہے، پس وہ کہے ہم نہیں جانتے[4] ہم نے جو اللہ کی کتاب میں پایا ہے اس کی پیروی کی۔[5] [ابو داؤد اور ترمذی نے اس کی روایت کی ہے]۔

---

(۱) عبد الرحمن بن شبل انصاری، اوسی رضی اللہ عنہ نقباء میں سے ایک ہیں، شام میں سکونت اختیار کی، حضرت معاویہ کی خلافت میں وفات پائی۔

(۲) مسند امام احمد: ۳/ ۴۴۴۔

(۳) ابو رافع نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے غلام تھے، ان کے نام میں اختلاف کیا گیا ہے، کسی نے کہا ان کا نام اسلم تھا کسی نے ابراہیم، کسی نے صالح، وغیرہ بتلایا ہے، قبطی تھے، حضرت عباس کے پاس تھے انہوں نے رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کو ہبہ کر دیا، مکہ میں اسلام لائے، غزوہ احد میں شریک ہوئے جب انہوں نے حضرت عباس کے اسلام لانے کی بشارت دی تو آپ نے آزاد کر دیا، اور اپنی باندی سلمی سے ان کی شادی کر دی، فتح مصر میں شامل رہے ۴۰ھ میں وفات پائی۔

(۴) ترمذی اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے (لا ادری) میں نہیں جانتا۔

(۵) سنن ابی داؤد: ۴/ ۲۰۰ الفاظ ابو داؤد ہی کے ہیں، سنن ترمذی: ۵/ ۳۷ امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے، ابن ماجہ: ۱/ ۱۰ البانی کہتے ہیں: اس کی سند صحیح ہے، مشکوٰۃ المصابیح: ۱/ ۵۷ حدیث نمبر ۱۶۲۔

اتباع متسابہ کے سلسلہ میں وارد احادیث کا باب

☆ صحیح (مسلم) میں (حضرت) عائشہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے تلاوت فرمائی:

﴿ هُوَ ٱلَّذِيٓ أَنزَلَ عَلَيۡكَ ٱلۡكِتَٰبَ مِنۡهُ ءَايَٰتٞ مُّحۡكَمَٰتٌ هُنَّ أُمُّ ٱلۡكِتَٰبِ وَأُخَرُ مُتَشَٰبِهَٰتٞۖ فَأَمَّا ٱلَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمۡ زَيۡغٞ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَٰبَهَ مِنۡهُ ٱبۡتِغَآءَ ٱلۡفِتۡنَةِ وَٱبۡتِغَآءَ تَأۡوِيلِهِۦۖ وَمَا يَعۡلَمُ تَأۡوِيلَهُۥٓ إِلَّا ٱللَّهُۗ وَٱلرَّٰسِخُونَ فِي ٱلۡعِلۡمِ يَقُولُونَ ءَامَنَّا بِهِۦ كُلّٞ مِّنۡ عِندِ رَبِّنَاۗ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّآ أُوْلُواْ ٱلۡأَلۡبَٰبِ ۝٧ ﴾[1]

وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے تجھ پر کتاب اتاری، جس میں واضح مضبوط آیتیں ہیں، جو اصل کتاب ہیں، اور متسابہ آیتیں ہیں، پس جن کے دلوں میں کجی ہے وہ تو فتنے کی طلب اور ان کی مراد کی جستجو کے لئے اس کی متسابہ آیتوں کے پیچھے لگ جاتے ہیں، حالانکہ ان کے حقیقی مراد کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، اور پختہ اور مضبوط علم والے یہی کہتے ہیں کہ ہم تو ان پر ایمان لاچکے، یہ ہمارے رب کی طرف سے ہیں، اور نصیحت تو صرف عقلمند حاصل کرتے ہیں۔

[اس آیت کی تلاوت کی] پھر آپ نے ارشاد فرمایا:

(إِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ،فَأُوْلَئِكَ الَّذِيْنَ سَمَّى اللهُ فَاحْذَرُوْهُمْ)

جب تم لوگ ایسے لوگوں کو دیکھو جو قرآن کے تشابہ کی اتباع کرتے ہیں، پس وہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالی نے متعین کر دیا ہے، پس ان سے بچو[2]۔

☆(حضرت) عمرؓ نے ارشاد فرمایا: اسلام کو تین چیزیں ڈھادیتی ہیں، عالم کی ایک لغزش، اور منافق کا قرآن سے جدال (لڑائی)[3] اور گمراہ بادشاہوں کی حکومت[1] اور جب صبیغ نے حضرت عمر [رضی اللہ عنہ

(۱) سورۃ آل عمران آیت:۷۔

(۲) صحیح مسلم:۴/۲۰۵۳۔

(۳) محقق کتاب فرماتے ہیں: کیا ہی سچی بات حضرت فاروق رضی اللہ عنہ ورضاہ نے فرمائی ہے، ہمارے زمانہ میں کتنے ہی لوگ ایسے نکلے ہیں، جو قرآن سے ہٹے ہوئے ہیں، حالانکہ دعویٰ اسلام کا کرتے ہیں، اب اگر کوئی مخلص عالم اس کے خلاف کھڑا ہو اور علمی رد کرے، تو اس کے

]سے "الذاریات" اور اس جیسی آیتوں کے بارے میں سوال کیا، تو (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ نے اسکی پٹائی کی، اور اسکا قصہ مشہور ہے (۲)۔

خلاف بے دین پر چے کھڑے ہو جاتے ہیں، اور اس کو جمود، اور بند ذہن کی تہمت لگاتے ہیں، اور اپنے ملحد (بے دین) ساتھی کی طرف سے دفاع کرتے ہیں، مفاہیم کو الٹ دیتے ہیں، جس کے نتیجہ میں متہم بری ہو جاتا ہے، اور بری (انسان) متہم ہو جاتا ہے مثلاً : طٰہٰ حسین کو شعر جاہلی کے مسئلہ میں لے لیں، اور علی عبد الرزاق کو اسلام اور احکام کے اصول کے مسئلہ میں، اور محمد خلف اللہ کو قرآن کریم کے فن قصص میں لے لیں، اور محمد شحرور کو قرآن اور کتاب کے مسئلہ میں، اور اخیر میں نصر ابوزید کو لے لیں۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

رہی عالم کی لغزش، تو یہ شیخ محمد الغزالیؒ بڑے عالم اور فاضل داعی تھے، دعوت الی اللہ کی بہت بڑی کمی پوری کی، اس کے باوجود اپنی کتاب "السنۃ النبویہ" میں اہل فقہ واہل حدیث میں بہت بڑی لغزش ان سے سرزد ہوئی، ہم اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے اور اپنے لئے حق کی طرف ہدایت اور اس پر گامزن رہنے کی دعا کرتے ہیں، میں اس بات کا تذکرہ نہیں کرنا چاہتا تھا، لیکن چونکہ مقام اس کا متقاضی تھا کہ مثال سے اس کی وضاحت کی جائے، رہی تیسری شکل تو اس کے واضح ہونے کی بناء پر مثال کی ضرورت نہیں ۔

(۱) تاریخ عمر بن الخطاب مؤلفہ ابن جوزی صفحہ ۲۲۳۔

(۲) صبیغ بن عسل الحنظلی، ابن الجوزی نے اس کے قصہ کو سائب بن یزید سے بیان کیا ہے، وہ یہ کہ سائب نے کہا ہے کہ ایک آدمی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، اور کہا کہ اے امیر المؤمنین ہماری ایک ایسے آدمی سے ملاقات ہوئی جو تاویل قرآن کے بارے میں پوچھتا ہے، حضرت عمر نے دعا کی: اے اللہ مجھے اس پر قابو دیدے ، اسی دوران ایک دن حضرت عمر بیٹھے لوگوں کو کھانا کھلا رہے تھے اچانک "صبیغ" انکے پاس آیا، کرتا اور عمامہ پہنے ہوئے تھا، پس آگے بڑھا، جب فارغ ہو گیا تو کہا کہ اے امیر المؤمنین ﴿وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ۝١ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۝٢﴾ حضرت عمر نے ارشاد فرمایا، تم ہی وہ ہو؟ پس کھڑے ہوئے اور کہنیوں سے آستین چڑھائی اور اس کو درے سے مارتے رہے یہاں تک کہ اس کی پگڑی گر گئی، پھر ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم جسکے قبضہ میں عمر کی جان ہے اگر تم کو سر منڈھا ہوا پاتا تو سر پر مارتا [پھر حکم فرمایا] اسے اسکے کپڑے پہناؤ، اور کجاوے [اونٹ کے اوپر جو ڈولی رکھی جاتی ہے] پر سوار کرو، پھر اسے یہاں سے نکالو اسے اس کے ٹھکانے پر پہونچاؤ پھر ایک آواز لگانے والا آواز لگائے اور یہ کہے کہ صبیغ نے علم حاصل کیا، اور اسکا استعمال غلط کیا، پس وہ اپنی قوم میں ذلیل ہی رہا یہاں تک کہ ہلاک ہو گیا، حالانکہ وہ اپنی قوم کا سردار بن گیا تھا۔

ایک دوسری روایت میں ہے، ابو عثمان فرماتے ہیں: اس حالت میں اگر وہ ہمارے پاس آتا اور ہم (۱۰۰) ہوتے تو بکھر جاتے، اور ایک روایت میں ہے کہ وہ اسی حال میں رہا یہاں تک کہ حضرت ابو موسیٰ کے پاس آیا، اور ان سے سخت قسمیں کھائیں کہ وہ اپنے دل میں کوئی ایسی چیز نہیں پاتا [جو پہلے تھیں تو (حضرت ابو موسیٰ) نے اس کے متعلق حضرت عمر بن الخطاب کو لکھا، تو حضرت عمر نے جواب دیا، میرا گمان یہ ہے کہ اس نے سچ کہا، اس لئے اس کے اور لوگوں کے درمیان بیٹھنے کا راستہ چھوڑ دو] تاریخ عمر بن الخطاب: ۱۴۶-۱۴۸]۔

قرآن میں اپنی رائے سے، یا جس چیز کا علم نہ ہو

اس سے تفسیر کی وعید کا باب

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ ٱلْفَوَٰحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَٱلْإِثْمَ وَٱلْبَغْيَ بِغَيْرِ ٱلْحَقِّ وَأَن تُشْرِكُوا۟ بِٱللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِۦ سُلْطَٰنًا وَأَن تَقُولُوا۟ عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٣٣﴾ ﴾[1]

آپ فرمایئے کہ یقیناً میرے رب نے ان تمام فحش باتوں کو جو علانیہ ہیں، اور جو پوشیدہ ہیں، اور ہر گناہ کی بات کو، اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو حرام کیا ہے، اور اس بات کو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہراؤ، جس کی اللہ نے کوئی سند نہیں نازل کی، اور اس بات کو کہ تم لوگ اللہ کے ذمہ ایسی بات لگادو، جس کو تم جانتے نہیں۔

☆ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِرَأْيِهِ" ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ ۔ "مِنْ غَيْرِ عِلْمٍ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ"[2]

جس شخص نے قرآن میں اپنی رائے سے کہا، اور ایک روایت میں ہے بغیر علم کے، پس چاہیۓ کہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنائے، امام ترمذی نے اس کی روایت کی ہے اور حسن قرار دیا ہے[3]۔

---

(۱) سورۃ الاعراف آیت: ۳۳۔

(۲) سنن ترمذی: ۵/۱۹۹ امام ترمذی نے فرمایا ہے یہ حدیث حسن ہے۔

(۳) سنن ترمذی: ۵/۱۹۹ امام ترمذی نے فرمایا ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے، اور امام احمد نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے، مسند احمد: ۱/۲۳۳، امام احمد وغیرہ نے اس کی تضعیف کی ہے، امام ترمذی کی تصحیح کو ٹھکرادیا ہے ملاحظہ فرمائیں فیض القدیر مناوی: ۶/۱۹۰۔

امام طبری نے اپنی تفسیر میں ان دونوں حدیثوں کا اور ان کے علاوہ کا ذکر کیا ہے، اور ان دونوں حدیثوں پر شیخ احمد شاکرؒ نے ان الفاظ سے تعلیق لکھی ہے: ان تمام حدیثوں کا دارومدار عبد الاعلیٰ بن عامر الثعلبی پر ہے اور ان کے بارے میں علماء نے کلام کیا ہے تفسیر طبری: ۱/۷۷۔

☆حضرت جندب رضی اللہ عنہ[1] سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِرَأْيِهِ فَأَصَابَ فَقَدْ أَخْطَأَ"[2]

جس نے قرآن میں اپنی رائے سے کہا، اور صحیح کہا، پس اس نے غلطی کی، امام ابو داؤد اور ترمذی نے اس کی روایت کی ہے اور فرمایا ہے کہ "غریب ہے"۔

(۱) جندب بن عبد اللہ البجلی، اور کبھی کبھی اپنے دادا کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں، چنانچہ کہا جاتا ہے جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ کوفہ میں سکونت اختیار کی، پھر مصعب بن زبیر کے ساتھ بصرہ منتقل ہوئے، ان کو جندب الخیر کہا جاتا ہے [الاصابہ: ۱/ ۲۴۸-۲۴۹]۔

(۲) سنن ابی داؤد: ۳/ ۳۲۰ سنن ترمذی: ۵/ ۲۰۰ امام بیہقی نے شعب الایمان میں فرمایا ہے، یہ خبر اگر صحیح ہو پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد ۔واللہ اعلم ۔اس رائے سے وہ رائے ہے جو بغیر دلیل کے ہو، پس اس جیسی رائے سے نوازل میں حکم لگانا جائز نہیں ہے اور نہ ہی قرآن کی تفسیر کرنا جائز ہے (البرہان امام زرکشی: ۲/ ۱۶۱-۱۶۲)۔

قرآن میں نزاع (لڑائی) کے سلسلے میں آمدہ (روایات) کا باب

ابو العالیہ [1] فرماتے ہیں: اس شخص پر دو آیتیں کیا ہی سخت ہیں جو قرآن میں لڑائی کرتا ہے (پہلی آیت) اللہ تعالیٰ کا قول:

﴿ مَا يُجَادِلُ فِيٓ ءَايَٰتِ ٱللَّهِ إِلَّا ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ فَلَا يَغۡرُرۡكَ تَقَلُّبُهُمۡ فِي ٱلۡبِلَٰدِ ﴿٤﴾ ﴾ [2]

اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں وہی لوگ جھگڑتے ہیں جو کافر ہیں، پس ان لوگوں کا شہروں میں چلنا پھرنا آپ کو دھوکہ میں نہ ڈالے۔

(دوسری آیت) اس کا فرمان:

﴿ ذَٰلِكَ بِأَنَّ ٱللَّهَ نَزَّلَ ٱلۡكِتَٰبَ بِٱلۡحَقِّۗ وَإِنَّ ٱلَّذِينَ ٱخۡتَلَفُواْ فِي ٱلۡكِتَٰبِ لَفِي شِقَاقِۭ بَعِيدٖ ﴾ [3-4]

ان عذابوں کا باعث یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سچی کتاب اتاری، اور یقیناً اس کتاب میں اختلاف کرنے والے دور کے خلاف میں ہیں۔

☆حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے بے شک رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(جِدَالٌ فِيْ الْقُرْآنِ [5] كُفْرٌ)

---

(۱) ابو العالیہ الریاحی ان کا نام رفیع بن مہران ہے، بڑے تابعین میں سے ہیں، جاہلیت کا زمانہ پایا ہے، نبی ﷺ کے وفات کے دو سال کے بعد اسلام لائے [ان کے تفسیری اقوال ہیں، جنہیں کلیۃ اصول الدین جامعۃ الامام محمد بن سعود کے اعلیٰ تعلیمی شعبہ کے دو طالب علموں نے اکٹھا کیا ہے]۔

(۲) سورہ غافر آیت: ۴۔

(۳) سورۃ البقرہ آیت: ۱۷۶۔

(۴) تفسیر بغوی: ۴/ ۹۱، تفسیر قرطبی: ۱۵/ ۲۹۲ ان دونوں تفسیروں میں جو الفاظ ہیں ان کا ترجمہ یہ ہے: دو آیتیں کیا ہی سخت ہیں ان لوگوں پر جو قرآن میں لڑائی کرتے ہیں۔

(۵) محقق کتاب فرماتے ہیں: ہمارے زمانے میں ایسے لوگ بہت ہو گئے ہیں جو قرآن پر کلام کرتے ہیں، اور اس میں سوال و جواب کرتے ہیں، وہ اسلام کی طرف نسبت کرنے والے ہیں، حالانکہ اسلام ان سے بری ہے، پس اگر آپ ان پر رد کریں، یا ان کے اقوال کی گرفت

قرآن میں جدال کفر ہے[1] [احمد وابو داؤد نے اس کی روایت کی ہے، اور اس کی سند عمدہ ہے] ۔

☆ حضرت عمرو بن شعیب[2] کی حدیث میں جو وہ اپنے والد سے، اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک قوم کے بارے میں سنا، جو قرآن میں سوال وجواب کرتے تھے، تو آپ نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِاخْتِلَافِهِمْ فِي الْكِتَابِ"[3]

بے شک تم سے پہلے لوگ (کتاب میں اختلاف کی وجہ سے) ہلاک ہوئے۔

کریں تو آپ کو جمود اور بند ذہن سے متہم کرتے ہیں، شور مچاتے ہیں، ان کے دم چھلے چیخ وپکار کرتے ہیں، یہ دیکھیں قرآن میں بے دینی کی کتب روز بروز بڑھ رہی ہیں، ہر ایک ان میں سے قرآن سے نزاع کرتا ہے حالانکہ وہ مومن نہیں ہے لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

(۱) مسند امام احمد بن حنبل: ۲/۲۵۸، ابو داؤد: ۴/۱۹۹ ابو داؤد کے الفاظ ہیں (جن کا ترجمہ ہے) قرآن میں شک وشبہ کفر ہے، اس کو امام احمد بن حنبل نے بھی اپنی مسند میں ذکر کیا ہے: ۲/۵۰۳۔

(۲) عمرو بن شعیب بن محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن العاص السہمی، القرشی، ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ تابعین میں سے نہیں تھے، لیکن حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: ایسا نہیں ہے، کیونکہ انہوں نے زینب بنت ابی سلمہ، اور ربیع بنت معوذ سے حدیثیں سنی ہیں، اور یہ دونوں صحابیہ ہیں، حضرت عمرو کی وفات ۱۱۸ھ میں ہوئی، اور یہاں جو روایت ہے کہ انہوں نے اپنے دادا سے روایت کی تو اس سے مراد عبد اللہ بن عمرو ہیں نہ کہ محمد بن عبد اللہ [تہذیب التہذیب: ۴/۴۸ اور اس کے بعد دیکھیں]۔

(۳) امام مسلم نے عبد اللہ بن عمرو کی حدیث ذکر کی ہے مسلم شریف: ۴/۲۰۵۳، اور امام احمد نے بھی عبد اللہ بن مسعود سے روایت کی ہے، مسند امام احمد بن حنبل ۱/۴۰۱، امام بغوی نے اپنی تفسیر میں: ۴/۹۱ عمرو بن شعیب، انکے والد، ان کے دادا سے روایت کا ذکر کیا ہے.

قرآن کے لفظ یا معنیٰ میں اختلاف کرنے کے سلسلہ میں آمدہ

[وعید] کا باب

اور اللہ عزوجل کا ارشاد:

﴿وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ ٱلنَّاسَ أُمَّةً وَٰحِدَةً ۖ وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ﴿١١٨﴾ إِلَّا مَن رَّحِمَ رَبُّكَ ۚ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۗ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ ٱلْجِنَّةِ وَٱلنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿١١٩﴾﴾[۱]

اگر آپ کا پروردگار چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی راہ پر ایک گروہ کر دیتا، وہ تو برابر اختلاف کرنے والے ہی رہیں گے، بجز ان کے جن پر آپ کا رب رحم فرمائے۔

[دوسری جگہ] اس کا ارشاد:

﴿كَانَ ٱلنَّاسُ أُمَّةً وَٰحِدَةً فَبَعَثَ ٱللَّهُ ٱلنَّبِيِّـۧنَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ وَأَنزَلَ مَعَهُمُ ٱلْكِتَٰبَ بِٱلْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ ٱلنَّاسِ فِيمَا ٱخْتَلَفُوا۟ فِيهِ ۚ وَمَا ٱخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا ٱلَّذِينَ أُوتُوهُ مِنۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ ٱلْبَيِّنَٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۖ فَهَدَى ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لِمَا ٱخْتَلَفُوا۟ فِيهِ مِنَ ٱلْحَقِّ بِإِذْنِهِۦ ۗ وَٱللَّهُ يَهْدِى مَن يَشَآءُ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٢١٣﴾﴾[۲]

دراصل لوگ ایک ہی گروہ تھے، اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو خوشخبریاں دینے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا، اور ان کے ساتھ سچی کتابیں نازل فرمائیں، تاکہ لوگوں کے ہر اختلافی امر کا فیصلہ ہو جائے، اور صرف انہیں لوگوں نے جو اسے دیئے گئے تھے اپنے پاس دلائل آچکنے کے بعد آپس کے بغض و عناد کی وجہ سے اس میں اختلاف کیا، اس لئے اللہ پاک نے ایمان والوں کی اس اختلاف میں بھی

---

(۱) سورۃ ھود آیت: ۱۱۹-۱۱۸۔

(۲) سورۃ البقرہ: ۲۱۳۔

حق کی طرف اپنی مشیت سے رہبری کی اور اللہ جس کو چاہے سیدھی راہ کی طرف رہبری کرتا ہے

۔

☆ صحیح بخاری میں ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں: میں نے ایک آدمی سے ایک آیت پڑھتے ہوئے سنا، جس کو میں نے نبی ﷺ کو اس کے خلاف پڑھتے سنا تھا، میں نے اس آدمی کا ہاتھ پکڑا ،اور رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا، میں نے آپ سے اس کا ذکر کیا، تو میں نے آپ کے چہرے پر ناگواری دیکھی، پس آپ نے ارشاد فرمایا: تم دونوں کے دونوں صحیح پڑھتے ہو، اختلاف مت کرو، اس لئے کہ تم سے پہلے لوگوں نے اختلاف کیا اور ہلاک ہوگئے (۱)۔

☆ صحیح [مسلم] میں بھی حضرت ابن عمر سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: سخت دھوپ کے وقت ایک دن نبی ﷺ کے پاس گیا، فرماتے ہیں: آپ نے ایک آیت کے بارے میں دوآدمیوں کے درمیان اختلاف کی آواز سنی ،رسول اللہ ﷺ ہماری طرف نکلے، آپ کے چہرے پر غصہ کے آثار [نمایاں] تھے، پس آپ نے ارشاد فرمایا: بے شک تم سے پہلے لوگ کتاب میں اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہوئے (۲)۔

☆ مسند [امام احمد بن حنبل میں عمرو بن شعیب کی حدیث ہے، جو وہ اپنے والد سے، اور وہ اپنے دادا (۳) سے روایت کرتے ہیں [اس میں ہے] کہ ایک جماعت نبی ﷺ کے دروازہ پر بیٹھی تھی، پس ان میں سے بعض نے کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں ارشاد فرمایا؟ اور بعض نے کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں ارشاد فرمایا؟ رسول اللہ ﷺ نے [ان کی باتیں] سن لیں، آپ باہر تشریف لائے [غصہ کی وجہ سے] گویا آپ کے چہرے پر انار کے دانے پھوڑ دئے گئے ہوں [یعنی چہرہ انور بالکل سرخ تھا] پس آپ نے ارشاد فرمایا: کیا اس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے؟ یا اس کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو؟ کہ اللہ کی کتاب کے بعض کو بعض سے ٹکراؤ؟ بے شک پہلی

---

(۱) اس حدیث کی امام بخاری نے روایت کی ہے، بخاری: ۳/ ۸۸، اور امام احمد نے بھی مسند میں روایت کی ہے: ۱/ ۴۵۶۔

(۲) صحیح مسلم: ۴/ ۲۰۵۳۔

(۳) یعنی عبد اللہ بن عمرو سے، وہی عمرو بن شعیب کے والد کے دادا ہیں۔

امتیں اسی میں ہلاک ہوئیں، تم کو اس کا حکم نہیں دیا گیا ہے، اس کی طرف دیکھو جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے ، اور اس پر عمل کرو، اور جن چیزوں سے روکا گیا ہے اس سے رک جاؤ[1]

ایک روایت میں ہے: آپ اپنے صحابہ کی طرف نکلے، وہ تقدیر کے بارے میں جھگڑ رہے تھے [2] اور ایسی ہی ایک اس کی روایت [امام] ترمذی نے [حضرت] ابو ہریرہ کی حدیث سے نقل کی ہے اس میں ہے کہ: آپ [گھر سے] نکلے اور ہم تقدیر کے بارے میں نزاع کر رہے تھے، [امام ترمذی نے] فرمایا یہ حدیث حسن ہے [3]۔

(۱) مسند امام احمد بن حنبل: ۲/ ۱۹۶، استاذ احمد شاکر فرماتے ہیں: اس کی اسناد صحیح ہے جلد: ۱۱/ ۷۳۔

(۲) مسند احمد: ۲/ ۱۹۶ کی روایت کے بقیہ الفاظ کا ترجمہ یہ ہے یہ ایک آیت کھینچ رہا تھا، اور دوسرا دوسری آیت [پھر آپ کا ارشاد منقول ہے] استاذ احمد شاکر فرماتے ہیں: اس کی اسناد صحیح ہے: ۱۱/ ۷۴۔

(۳) سنن ترمذی: ۴/ ۴۴۳، امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کے ساتھ متصف نہیں کیا ہے جیسا کہ مصنف نے فرمایا، بلکہ انہوں نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے، اس کو ہم صرف اسی واسطے سے جانتے ہیں۔

باب جب تم میں اختلاف ہو جائے تو اٹھ جاؤ

☆ صحیح بخاری میں حضرت جندبؓ سے روایت ہے بے شک رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اقْرَءُوا الْقُرْآنَ مَا ائْتَلَفَتْ قُلُوبُكُمْ، فَإِذَا اخْتَلَفْتُمْ فَقُومُوا عَنْهُ"(۱)

قرآن پڑھو جب تک تمہارے قلوب متحد رہیں، اور جب مختلف ہو جاؤ تو اٹھ جاؤ۔

☆ [بخاری و مسلم] میں ابن عباسؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیماری میں ارشاد فرمایا: کتاب لاؤ [یعنی سامان کتابت لاؤ تا کہ] تمہارے لئے ایسی کتاب لکھ دوں [یعنی ضوابط املا کرا دوں] کہ اس کے بعد گمراہ نہ ہو، اس پر حضرت عمر نے ارشاد فرمایا: رسول اللہ ﷺ پر تکلیف غالب ہے، اور بے شک ہمارے پاس اللہ کی کتاب کافی ہے، اور بعضوں نے کہا بلکہ کتاب لاؤ [یعنی لکھنے کا سامان لاؤ] پس لوگ مختلف ہو گئے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے پاس سے کھڑے ہو جاؤ [یعنی یہاں سے چلے جاؤ] نبی کے پاس نزاع مناسب نہیں ہے(۲)۔

مسلم میں ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے سورہ یوسف پڑھی، پس ایک آدمی نے کہا: اسطرح نہیں نازل ہوئی؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: کیا تم کتاب کو جھٹلاتے ہو؟(۳)۔

---

(۱) صحیح بخاری: ۸/ ۱۶۱، مسلم: ۴/ ۲۰۵۴۔

(۲) صحیح بخاری: ۱/ ۳۷ اس کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے: حضرت ابن عباس سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ بہت بیمار ہو گئے، تو آپ نے فرمایا: لکھنے کا سامان لاؤ، میں تمہارے لئے ایک کتاب لکھوا دوں، جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو، حضرت عمر نے کہا آنحضرت پر بیماری کی سختی ہے، اور ہمارے پاس اللہ کی کتاب موجود ہے، وہ ہم کو کافی ہے، لوگوں نے اختلاف شروع کیا، اور غل مچ گیا، آپ نے فرمایا: چلو اٹھو میرے پاس لڑنے جھگڑنے کا کیا کام ہے، حضرت ابن عباس یہ کہتے ہوئے نکلے ہائے مصیبت، وائے مصیبت جس نے آنحضرت ﷺ کو یہ کتاب نہ لکھوانے دی، اس حدیث کی روایت امام مسلم نے دوسرے الفاظ سے کی ہے: ۳/ ۱۲۵۹۔

(۳) صحیح مسلم: ۱/ ۵۵۲-۵۵۱ [اس حدیث کے] الفاظ حضرت عبد اللہ سے یہ ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں حمص میں تھا، مجھ سے بعض لوگوں نے کہا کہ ہمیں قرآن سنا دیجئے، میں نے ان کو سورہ یوسف سنائی، فرماتے ہیں: کہ پس قوم میں سے ایک آدمی نے کہا خدا کی قسم اس طرح نہیں نازل ہوئی، فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا، تیری ہلاکت ہو، خدا کی قسم میں نے رسول اللہ ﷺ پر پڑھی ہے

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد

﴿ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن ذُكِّرَ بِـَٔايَٰتِ رَبِّهِۦ فَأَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِىَ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ ۚ إِنَّا جَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَن يَفْقَهُوهُ وَفِىٓ ءَاذَانِهِمْ وَقْرًا ۖ وَإِن تَدْعُهُمْ إِلَى ٱلْهُدَىٰ فَلَن يَهْتَدُوٓا۟ إِذًا أَبَدًا ﴿٥٧﴾ ﴾ (۱)

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے؟ جسے اس کے رب کی آیتوں سے نصیحت کی جائے وہ پھر بھی منھ موڑے رہے اور جو کچھ اس کے ہاتھوں نے آگے بھیج رکھا ہے اسے بھول جائے، بے شک ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں کہ وہ اسے نہ سمجھیں اور ان کے کانوں میں گرانی ہے چاہے تو انہیں ہدایت کی طرف بلاتا رہے لیکن یہ کبھی بھی ہدایت نہیں پانے کے۔

☆ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ" (۲)

کبر [تکبر] حق کو ٹھکرانا [یعنی اس کا انکار کرنا] اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے۔

، اور آپ نے مجھ سے ارشاد فرمایا، تم نے بہت عمدہ پڑھا اسی دوران جب کہ میں اس سے بات کر رہا تھا مجھے اس سے شراب کی بدبو محسوس ہوئی، میں نے اس سے کہا کہ تم شراب پیتے ہو اور اللہ کی کتاب کو جھٹلاتے ہو؟ یہاں سے نکلو، یہاں تک کہ میں تم کو کوڑے ماروں، پس میں نے [شراب کی] سزا کے کوڑے مارے"[مسلم کے علاوہ] بخاری نے بھی یہ روایت حضرت علقمہ سے کی ہے: ٦/ ١٠٢۔

(۱) سورۃ الکھف آیت: ۵۷۔

(۲) صحیح مسلم: ۱/ ۹۳ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

عن عبداللہ بن مسعود – رضي الله عنه – عن النبي – صلى الله عليه وسلم – قَالَ: "لاَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ" قَالَ رَجُلٌ: إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَنْ يَكُونَ ثَوْبُهُ حَسَنًا، وَنَعْلُهُ حَسَنًا، قَالَ: " إِنَّ اللَّهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ"

عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنت میں وہ شخص داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہو، ایک آدمی نے کہا بے شک آدمی یہ چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو، اس کا جوتا عمدہ ہو، آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ خوبصورت ہیں، جمال کو پسند فرماتے ہیں، کبر [یعنی تکبر] حق کو ٹھکرانا [اس کا انکار کرنا] ہے اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔

محقق کتاب فرماتے ہیں: شاید حدیث کی مناسبت یہ ہو کہ اللہ کی آیات سے اعراض کرنا تکبر اور حق کو رد کرنے ہی کی وجہ سے ہوتا ہے، حجت اور برہان کی کمزوری کی وجہ سے نہیں ہوتا۔

☆حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا:

(مِنْ أَكْبَرِ الذُّنُوْبِ عِنْدَ اللهِ أَنْ يَقُوْلَ الْعَبْدُ اِتَّقِ اللهَ ،فَيَقُوْلُ: عَلَيْكَ بِنَفْسِكَ)[۱]

اللہ کے نزدیک (یہ بات) بڑے گناہوں میں سے ہے کہ بندہ (کسی سے کہے) اللہ سے ڈرو، تو وہ جواب دے، تم اپنے آپ کو دیکھو [یعنی تمہارا مجھ سے کیا لینا دینا]۔

☆ صحیح [بخاری] میں (حضرت) ابو واقد لیثی[۲] سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرماتھے، اور لوگ آپ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، اچانک تین آدمی آئے، (ان میں) دو رسول اللہ ﷺ کی طرف آئے، اور ایک چلا گیا، راوی کہتے ہیں کہ پس وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس کھڑے ہوئے، ان میں سے ایک نے مجلس میں تھوڑی جگہ خالی دیکھی تو وہاں بیٹھ گیا، اور دوسرا لوگوں کے پیچھے بیٹھ گیا، تیسرا پیٹھ پھیر کر چلا گیا، پس جب رسول اللہ ﷺ فارغ ہوئے تو ارشاد فرمایا: کیا تمہیں تینوں آدمیوں کے بارے میں نہ بتلاؤں؟ ان میں کا پہلا اللہ کی طرف لپکا تو اللہ نے اسے ٹھکانہ دیا، دوسرے نے شرم کی (پیچھے بیٹھا) تو اللہ تعالیٰ نے اس سے شرم کی، رہا آخری تو اس نے اعراض کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے اعراض کیا[۳]۔

---

(۱) تفسیر بغوی: ۱/ ۱۸۰، در منثور: ۱/ ۲۳۹، معجم طبرانی کبیر: ۹/ ۱۱۹ حدیث نمبر ۸۵۸۷۔

محقق کتاب فرماتے ہیں: دل میں چبھنے والی باتوں میں سے یہ بات بھی ہے کہ یہ (بات جو حدیث میں گذری) بعض لوگوں سے سرزد ہوئی ہے، اس حیثیت سے کہ بعض آدمی یہ سمجھتا ہے کہ اس کی ذات اس سے بڑی ہے کہ اس کو نصیحت کی جائے، اور اگر اسے بتلایا جائے تو تکبر و غرور اسے گناہ پر ابھارتا ہے وہ ناصح کی نصیحت کبر و غرور کی وجہ سے ٹھکرا دیتا ہے، اور کبھی کبھی نصیحت کے ٹھکرائے جانے کا سبب داعی کا طریقہ کار ہوتا ہے اس طور پر کہ مدعو کو اپنے [جارحانہ] کلام سے بھڑکا دیتا ہے، پس جیسا کہ مدعو پر واجب ہے کہ اچھی دعوت کو قبول کرے، اسی طرح داعی کے لئے بھی ضروری ہے کہ احسن طریقہ سے دعوت دے۔

(۲) یہ حارث بن عوف لیثی ہیں (صحابی رسول اللہ ﷺ ہیں) فتح مکہ سے پہلے مشرف باسلام ہوئے، شام میں غزوہ یرموک میں شامل رہے ۶۸ھ میں قلہ [ایک مقام کا نام ہے] میں وفات پائی ان کی عمر ۷۵ سال تھی۔

(۳) صحیح بخاری: ۱/ ۲۴، صحیح مسلم: ۴/ ۱۷۱۳۔

(حضرت) قتادہ رضی اللہ عنہ [1] نے اللہ کے اس ارشاد: ﴿ وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَشۡتَرِي لَهۡوَ ٱلۡحَدِيثِ ﴾ [2]
[کے بارے میں] فرمایا: شاید ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے مال خرچ نہ کیا ہو (یعنی اس آیت کی گرفت میں آنے کے لئے مال خرچ کرنا ضروری نہیں) آدمی کے گمراہ ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ باطل بات کو حق کے مقابلہ میں اختیار کرے [3]۔

(۱) قتادہ بن دعامہ سدوسی تابعی ہیں، علمائے تفسیر میں سے ہیں، ان کی ولادت ۶۱ھ میں ہوئی، ان کے قوت حافظہ کی مثال دی جاتی تھی، اپنے بارے میں ان کا کہنا ہے، کبھی میں نے کسی محدث سے یہ نہیں کہا کہ ذرا پھر سے دہرا دیں، میرے کان نے کبھی کسی بات کو نہیں سنا مگر قلب نے محفوظ کر لیا، ان کی ایک تفسیر ہے، امام طبری نے اکثر حصہ یا پورے حصے کی اپنی تفسیر میں روایت کی ہے، ان کی ایک کتاب ناسخ و منسوخ کے نام سے چھپی ہوئی ہے ان کی وفات ۱۱۸ھ میں ہوئی۔
(۲) سورہ لقمان آیت:۶ مکمل آیت یہ ہے:
﴿ وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَشۡتَرِي لَهۡوَ ٱلۡحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ بِغَيۡرِ عِلۡمٖ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًاۚ أُوْلَٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٞ مُّهِينٞ ۝٦ ﴾
اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو لغو باتوں کو خریدتے ہیں تاکہ جہالت کے ساتھ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہکائیں، اور اسے ہنسی بنائیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔
(۳) تفسیر طبری:۲۱/۶۱ اس کی اصل عبارت [کا ترجمہ یہ ہے] خدا کی قسم شاید [اس کا تعلق] مال خرچ کرنے سے نہ ہو، بلکہ اس کے خریدنے [سے مراد اس کو پسند کرنا ہے، آدمی کی گمراہی کے لئے یہ کافی ہے کہ باطل بات کو حق کے بالمقابل پسند کرے اور نقصان دہ کو نفع بخش] کے بالمقابل پسند کرے۔

قرآن کو خوش الحانی سے پڑھنے کے بارے میں

[وارد احادیث] کا باب[1]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(مَا أَذِنَ اللّٰهُ لِشَيْءٍ مَا أَذِنَ لِلنَّبِيِّ ـ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ـ أَنْ يَتَغَنَّى بِالْقُرْآنِ)[2]

---

(۱) اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ قرآن کریم کا حق یہی ہے کہ اس کی تلاوت ٹھہر ٹھہر کر کی جائے، اور اس کے حق میں سے یہ بھی ہے کہ خوش الحانی کی جائے اس طریقہ پر کہ قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر، ہر ایک حرف کو اس کے واضح اور ظاہر ہونے کا حق دیتے ہوئے پڑھا جائے جو اس کے فہم وتدبر پر معین ہو، اور اللہ تعالیٰ نے ٹھہر ٹھہر کر قرآن کو نازل فرمایا: ﴿وَرَتَّلْنَٰهُ تَرْتِيلًا ﴿٣٢﴾﴾ [سورہ فرقان آیت:۳۲] پھر یہ حکم فرمایا کہ آپ اس کو ایسا پڑھیں جیسا کہ آپ پر پڑھا جائے ﴿فَإِذَا قَرَأْنَٰهُ فَٱتَّبِعْ قُرْءَانَهُۥ ﴿١٨﴾﴾ [سورۃ القیامہ آیت:۱۸]۔

اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں بھی اسی کا حکم دیا ہے، جس کا ہمارے نبی ﷺ کو حکم دیا تھا کہ ٹھہر ٹھہر کر پڑھا جائے، اور رسول اللہ ﷺ کی یہ خواہش رہی کہ ہمارے لئے صحیح تلاوت کی مثالیں اور نمونے بیان فرمائیں چنانچہ ارشاد فرمایا: جو شخص چاہے کہ قرآن کو اس طرح تر وتازہ پڑھے جیسا کہ نازل کیا گیا، پس اسے چاہئے کہ ابن ام عبد اللہ کی قراءت پر پڑھے [سنن ابن ماجہ: ۱/۶۳]۔

پھر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس قراءت کے خدوخال کی تصویر کشی کی، اور اس کو بالمشافہ قابو پانے پر شدت سے کوشاں رہے، اس سلسلہ میں حضرت عائشہ، انس، ام سلمہ رضی اللہ عنہم سے بعض روایات ہیں جن کا ذکر کرنا قابل طوالت ہوگا۔

صحابہ کے بعد علماء تابعین آئے جنہوں نے قراءت کو اس طریقہ پر مرتب کیا، پس اس سے دو علم رونما ہوئے:

۱- علم تجوید۔

۲- علم قراءت۔

ان دونوں علموں کا سمجھنا اور اس کو کنٹرول میں لانا کسی شیخ قاری سے بالمشافہ [زبانی طور پر] حاصل کئے بغیر ممکن نہیں، پس مشافہ [یعنی براہ راست شیخ سے زبانی حاصل کرنا] قرآن کریم کی خصوصیات میں سے ہے [یہ خصوصیت] قرآن کے علاوہ کسی دوسری کتاب کو حاصل نہ تھی، اور نہ ہے۔

پھر ایک نئی پود ابھری انہوں نے ان ضوابط میں [جو صحابہ وتابعین سے چلے آرہے تھے] غلو سے کام لیا، حرکات کو کھینچا یہاں تک کہ حروف بن گئیں، خوش الحانی کی حدود سے تجاوز کرکے گانے تک اور مغنیین، اور فساق وفجار کی نقالی تک پہونچ گئے، پس ہلاکت کے راستہ پر پھسلنے سے پوری ہوشیاری اور احتیاط کی ضرورت ہے، واللہ المستعان۔

(۲) صحیح بخاری: ۶/۱۰۸-۱۰۷۔

اللہ تعالیٰ اتنی توجہ سے کوئی بات نہیں سنتا جتنی توجہ سے قرآن پیغمبر کے منھ سے سنتا ہے جب تک وہ خوش الحانی کے ساتھ پڑھے۔

اور ایک روایت میں ہے:

(لَنبِيٌّ حسَنَ الصَّوْتِ يَتغَنَّى بِالْقُرْآنِ يَجْهَرُ بِهِ)[1]

[اللہ تعالیٰ اتنی توجہ سے کوئی بات نہیں سنتا جتنی] کسی نبی کی اچھی آواز کو جبکہ وہ خوش الحانی سے بلند آواز سے پڑھ رہا ہو [اس حدیث کی روایت بخاری ومسلم نے کی ہے]۔

اور (حضرت) ابولبابہ[2] سے روایت ہے: بے شک رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ)[3]۔

ہم میں وہ شخص نہیں ہے جو قرآن کو خوش الحانی سے نہ پڑھے [ابو داود نے اس حدیث کی عمدہ سند سے روایت کی ہے]۔

والله سبحانہ وتعالیٰ اعلم

(یہ کتاب کا) اخیر ہے، وصلی اللہ علیہ وسلم علی محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ

اردو ترجمہ کی تکمیل یکم جولائی ۲۰۰۹ء بمطابق ۹/۷/۱۴۳۰ھ ۳ بجے عصر کے وقت نسیم (ریاض) میں ہوئی۔

---

(۱) صحیح مسلم: ۱/۵۴۵۔

(۲) ابولبابہ، رفاع بن عبد المنذر انصاری صحابی ہیں، ان کے نام کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے ان کو معرکہ بدر پر جاتے ہوئے مدینہ کا امیر بنایا، اور مال غنیمت میں ان کا حصہ لگایا عقبہ کی رات میں نقباء میں سے تھے، حضرت علیؓ کی خلافت کے دور میں وفات پائی ۵۰ھ کے بعد بھی زندہ رہنے کے بارے میں کہا گیا ہے [الاصابہ: ۴/۱۶۸]۔

(۳) ابوداؤد: ۲/۷۵-۷۴، امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی ہے: ۸/۲۰۹۔